رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللّٰہ تعالیٰ وقرآنا فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال ست بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل ست

بر مقاصد و مبادی و پس اتباعا للنص المزبور صحیفہ شہریہ کہ متدرج بتدریج شہور

مسمے بہ

الہادی

جلد ۵ | بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر ۱۱

کہ جامع ست انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب جادی و تذکرست در ہر مجلس و نادی

و مسکن ست برائے ہر جائع و صادی و بصورت ترجمہ رسالہ الانوار محمدی و تسہیل المواعظ

و حل انتباہات و کلید مثنوی و تشرف و حیوۃ المسلمین و ملفوظات و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد ست

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی و بادارۂ محمد عثمان عامی و در ہر ماہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزندانور بر صدر میگردد

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۸ ہجری

جو بہ برکت دعاء حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہ العالی

کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

نمبر شمار	مضمون	فن	صاحب مضمون	صفحات
۱	الانوار المحمدیہ	حدیث	مولانا مولوی حافظ ظفر احمد صاحب سلمہ	۱–۱۰
۲	تسہیل المواعظ	وعظ	حکیم الامۃ حضرت مولانا شاہ محمد اشرفعلی صاحب مدظلہ	۱۱–۱۸
۳	کلید مثنوی دفتر سوم	تصوف	" " "	۱۹–۲۶
۴	التشرف بمعرفت احادیث تصوف حصہ دوم	حدیث	" " "	۲۷–۳۰
۵	ملفوظات مزید المجید	ملفوظات	" " "	۳۱–۳۴
۶	حل الانتباہات	کلام	مولانا مولوی حکیم محمد مصطفٰے صاحب سلمہ	۳۵–۴۲
۷	سیرۃ الصدیق	سیر	مولوی محمد صابر صاحب	۴۳–۴۸

مقاصد وضوابط "رسالہ الہادی"

(۱) اس رسالہ کو شرعی مباحث کے سوا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) رسالہ ہذا کا مقصود مسلمانوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہے۔

(۳) ہر قمری مہینہ کی تین تاریخ کو رسالہ روانہ ہو جاتا ہے اگر کسی صاحب کے پاس رسالہ نہ پہونچے تو فوراً طلب فرمالیں اطلاع ہوتے ہی دوبارہ روانہ کر دیا جاتا ہے

(۴) رسالہ ہذا کی سالانہ قیمت عہ معہ محصولڈاک علاوہ اُن حضرات کے جو قیمت پیشگی ارسال فرمائیں سب حضرات کی خدمت میں رسالہ وی۔پی۔ کیا جاتا ہے اور وی۔پی۔ کی صورت میں خرچ رجسٹری فیس منی آرڈر اضافہ کرکے عہ کا وی پی روانہ کیا جاتا ہے اور ممالک غیر کی قیمت معہ محصول چار شلنگ چھ پنیس مقرر ہے جو ہر حالت میں پیشگی لیجاتی ہے۔

(۵) ہر خریدار کو ابتدائے سال سے خریدار ہونا ضروری ہے اور رسالہ کا سال جمادی الاول ہی سے شروع ہوتا ہے

(۶) رسالہ ہذا میں بجز اپنے کتب خانہ کی کتب کے کسی صاحب کا اشتہار یا کسی کتاب کا ریویو وغیرہ شائع نہیں کیا جاتا۔

(۷) رسالہ ہذا کی پرانی جلدیں بھی موجود رہتی ہیں مگر انکی قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے بجائے عہ کے معہ محصول (عہ) علاوہ محصول مقرر ہے۔

الراقم

محمد عثمان مدیر رسالہ "الہادی" دریبہ کلاں۔ دہلی

فرشتے اُس کے لئے استغفار کرتے ہیں اور ہر سجدہ کے بدلہ میں جو رمضان میں کیا جائے ایک رحمت اسکو ملے گا جس کے سایہ میں سوار آدمی پانچسو برس تک چلتا رہے گا اسکو بیہقی نے روایت کیا اور کہا کہ احادیث مشہورہ سے ہم کو ایسی باتیں پہونچی ہیں جو اس مضمون پر یا اس کے بعض معانی پر دلالت کرتی ہیں بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایسا ہی فرمایا ہے۔

(۱۲) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ شعبان کے اخیر دن میں ہمارے سامنے خطبہ پڑھا اور فرمایا اے لوگو! ایک بڑا مبارک مہینہ تمھارے سر پر آگیا ہے اُس مہینہ میں ایک خاص رات (کی عبادت) ہزار راتوں (کی عبادت) سے افضل ہے اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے (اندر) روزہ (رکھنا) فرض کیا ہے اور اُسکی راتوں میں قیام کرنا (مراد تراویح ہے) ثواب کا کام ٹھہرایا ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیکی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے کرے وہ اس شخص کے برابر ہے جو رمضان کے سوا (دوسرے مہینوں) میں فرض ادا کرے اور جو شخص اس مہینہ میں فرض ادا کرے وہ اس کے برابر ہے جو رمضان کے سوا (دوسرے مہینوں) میں ستر فرض ادا کرے۔ اور یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے اور یہ مہینہ ہمدردی کا ہے۔ اس مہینہ میں مؤمن کے رزق میں ترقی دی جاتی ہے۔ جو شخص کسی روزہ دار کو افطار کرادے تو یہ اوس کے گناہوں کی مغفرت (کا سبب) ہے۔ اور اسکی گردن کو جہنم سے آزاد کراتا ہے اور افطار کرانیوالے کو بھی روزہ دار کی برابر ثواب ملیگا مگر اُس کے ثواب میں کچھہ کمی نہ کیجائے گی (بلکہ روزہ دار کو بھی پورا ثواب ملے گا اور اسکو بھی) صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم میں ہر شخص تو اتنی وسعت نہیں پاتا کہ روزہ دار کو افطار کرادے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ثواب تو اللہ تعالیٰ اُس شخص کو بھی عطا فرماتے ہیں جو ایک چھوارہ یا ایک گھونٹ پانی یا ایک گھونٹ دودھ سے کسی کا روزہ افطار کرادے (پیٹ بھرنے پر یہ ثواب موقوف نہیں اور ظاہر ہے کہ اتنی وسعت تو ہر شخص کو ہے کہ روزہ دار کو ایک گھونٹ پانی پلادے) اس مہینہ کا ابتدائی حصہ رحمت ہے اور درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے جو شخص اپنے غلام (وخادم)

اِس مہینہ میں کام ہلکا کردے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ بخشدیں گے اور جہنم سے آزاد کردیں گے۔ پس تم رمضان میں چار کام زیادہ کیا کرو۔ دو کاموں سے تو تم اپنے پروردگار کو راضی کردگے اور دو کاموں سے خود تمکو چارہ نہیں (اب سنو) کہ جن دو کاموں سے تم اپنے پروردگار کو خوش کروگے (وہ تو یہ ہیں) لا الہ الا اللہ کی (دل سے) گواہی دینا (اور زبان سے اس کی کثرت کرنا) اور اپنے پروردگار سے مغفرت چاہنا اور جن دو باتوں سے خود تمکو چارہ نہیں وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے جنت مانگو اور دوزخ سے پناہ مانگو۔ اور جو شخص کسی روزہ دار کو پانی پلائے گا اللہ تعالیٰ اُسکو میری حوض سے ایسا سیراب فرمائیں گے کہ جنت میں داخل ہونے تک اُسکو پیاس نہ لگے گی اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کرکے کہا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور بیہقی نے ابن خزیمہ ہی کے طریق سے اسکو روایت کیا ہے اور ابو الشیخ ابن حبان نے اسکو کتاب الثواب میں اختصار کے ساتھ انہی دونوں کے واسطہ سے نقل فرمایا ہے۔ ابو الشیخ کی ایک روایت میں (یہ بھی) ہے کہ جو شخص رمضان میں روزہ دار کو حلال کمائی سے افطار کرائے اُسپر رمضان کی سب راتوں میں فرشتے رحمتیں بھیجتے رہیں گے اور شب قدر میں جبریل علیہ السلام اُس سے مصافحہ کریں گے اور جس سے جبریل علیہ السلام مصافحہ کرتے ہیں اُس کے دل میں (اُسیوقت) رقت پیدا ہوجاتی اور آنسو بکثرت بہنے لگتے ہیں۔ صحابی فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ یہ تو فرمایئے کہ جسکو افطار کرانے کی وسعت نہو حضور نے فرمایا کہ وہ ایک مٹھی بھر کھانا دیدے میں نے عرض کیا کہ اگر کسی کے پاس روٹی کا ایک لقمہ بھی نہو فرمایا وہ ایک گھونٹ دودھ ہی کا پلادے میں نے عرض کیا اگر کسی کے پاس یہ بھی نہو فرمایا وہ ایک گھونٹ پانی ہی پلادے۔ حافظ منذری فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سب سندوں میں علی بن زید بن جدعان ہے (جس کے ثقہ ہونے میں اختلاف ہے مگر اوس کی حدیث حسن سے کم نہیں) اور اسکو ابن خزیمہ اور بیہقی نے اختصار کی ساتھ علی بن زید سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیا ہے اور اسکی سند میں کثیر بن زید ہے۔

ف خلاصہ حدیث کا یہ ہے کہ رمضان میں طاعات نافلہ کا ثواب فرائض کے برابر ہے اور ایک فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہے اور رمضان کو صبر کا مہینہ اسلئے

یا کہ صبر کے معنے مجاہدہ کے ہیں اور رمضان میں بڑا مجاہدہ ہے اول تو روزہ میں انسان اپنے
نفس کی شہوانی خواہش کو روکتا ہے۔ پھر کھانے پینے کی خواہش کو روکتا ہے پھر رات کو تراویح
میں نیند کی خواہش کو دفع کر کے معمول سے زیادہ جاگتا ہے۔ اور اوسکو ہمدردی کا مہینہ
اسلئے فرمایا کہ رمضان میں ہر مسلمان روزہ دار کو معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت جو حال میرا ہے وہی حال
سب کا ہے اِس سے طبعی طور پر روزہ رکھنے والوں کو ایک دوسرے سے ہمدردی ہوتی ہے اور جی چاہتا
ہے کہ اپنے گھر میں کوئی اچھی چیز پکی ہو تو احباب و اقربا کو اور مسجد کے نمازیوں کو بھی بھیجیں۔ اور
رمضان میں مؤمن کے رزق میں ترقی ہونا بھی مشاہدہ ہے اللہ تعالیٰ اس مہینہ میں یا تو آمدنی
بڑھا دیتے ہیں یا اوسمیں ایسی برکت دیتے ہیں کہ بیفکری سے اُس میں گذر ہو جاتا ہے اِس کے
خلاف شاذ و نادر ہے۔ اِس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رمضان میں اپنے خادموں اور
نوکروں پر سے کام ہلکا کر دینا چاہیئے کہ اِس کا بہت ثواب ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ
رمضان میں ذکر لا الہ الا اللہ کی اور استغفار کی کثرت اور جنت کی دعا اور جہنم سے پناہ مانگنا
چاہیئے۔ مسلمان اس سے آجکل غافل ہیں اور رمضان میں ذکر و دعا میں کوتاہی کرتے ہیں۔
خصوصاً افطار کے وقت تو بہت کم لوگ دعا کرتے ہیں حالانکہ اُسوقت دعا قبول ہوتی ہے
جیسا کہ اوپر گذر چکا۔ اور حدیث میں یہ جو فرمایا گیا ہے کہ رمضان کا پہلا حصہ رحمت ہے درمیانی
حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم سے آزادی ہے غالباً ناظرین کو اِن تینوں میں فرق معلوم
نہ ہوا ہو گا سو اسکو ایک مثال میں سمجھنا چاہیئے رحمت تو یہ ہے کہ مجرم کے حال پر توجہ ہو جائے
اور اسکی ساتھ بجائے سختی کے نرمی کا برتاؤ شروع کیا جائے جیسا کہ جب حاکم کسی مجرم کو رہا کرنا
چاہتا ہے تو ابتدائی مقدمہ ہی سے اُس کا برتاؤ مجرم کے ساتھ ایسا ہوتا ہے جس سے مجرم کو
امید بندھ جاتی ہے کہ انشاء اللہ میں بری ہو جاؤں گا کیونکہ حاکم کی نظر میری حالت پر اچھی ہے
یہ تو رحمت ہے پھر درمیان مقدمہ میں حاکم کبھی زبان سے بھی کہدیتا ہے کہ اِس دفعہ تو ہم تمکو بری
کر دیں گے آیندہ کو جرایم سے احتیاط رکھنا یہ مغفرت کا درجہ ہے اِس کے بعد حاکم مقدمہ کو
ختم کر کے حکم سُنا دیتا ہے کہ ہم نے اپنے اجلاس سے فلاں شخص کو بالکل بری کیا یہ وہ درجہ ہے
جسکو جہنم سے آزادی کہا گیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ ۱۲ مترجم

۳۵

(۱۴۳) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے سر پر یہ مہینہ آگیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ مسلمانوں پر اس سے بہتر کوئی مہینہ نہیں گذرتا اور منافقین (وکفار) پر اس سے بدتر کوئی مہینہ نہیں گذرتا (کیونکہ متبرک زمانہ میں جس طرح نیک کاموں کا ثواب بڑھ جاتا ہے اسیطرح گناہوں کی سزا بھی بڑھ جاتی ہے دیکھو زنا کرنا ہر جگہ بُرا ہے مگر مسجد میں زنا کرنا بڑا سنگین جرم ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھاکر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مومن کا ثواب اور انعام رمضان کے آنے سے پہلے ہی لکھدیتے ہیں اسی طرح فاجر کی بدبختی اور گناہ بھی رمضان سے پہلے لکھدیتے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ مومن تو رمضان میں عبادت کے لیے (فارغ ہونے کے واسطے) اس مہینہ کی غذا اور نفقہ پہلے سے تیار کرتا ہے اور منافق (وبدکار) اس مہینہ میں اس کام کے لیے آمادہ ہوجاتا ہے کہ مسلمانوں کی اوقات غفلت کی تلاش میں اور اونکی عورتوں کے درپے رہے۔ پس مسلمان تو رمضان کی غنیمت سے مالامال ہوجاتا ہے اور بدکار کی حدیث میں یہ لفظ ہے کہ رمضان مسلمانوں کی غنیمت ہے جسکو کافر و فاجر لوٹنا چاہتا ہے اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے اور دوسروں نے بھی روایت کیا ہے۔ ۳۶

ف مسلمانوں کو پردہ کا اہتمام لازم ہے۔ خصوصاً اُن قرابت داروں سے جنسے شرعاً پردہ ضروری ہے مگر عموماً عادت ورواج یہ ہے کہ اُن سے پردہ نہیں کیا جاتا جیسے دیور، جیٹھ، خالہ زاد، ماموں زاد، چچازاد بھائی وغیرہ کیونکہ رمضان میں جب روزہ دار مسلمان عبادت وتلاوت قرآن وتراویح وغیرہ کے لیے مسجد میں جاتے ہیں اُسوقت ان قرابت داروں کو گھر میں عورتوں کے ساتھ تنہائی کا اچھا موقع ملتا ہے اور جوان مرد و عورت کا تنہائی میں رہنا خطرہ سے خالی نہیں۔ چنانچہ ان قرابتداروں میں اگر کوئی آزاد و بیباک اور بدکار ہوا تو اسکی وجہ سے رمضان میں خطرناک واقعات کا ظہور ہوجانا بعید نہیں جسکو شک ہو وہ تجربہ کرکے دیکھ لے اور گو بےپردگی کے یہ نتائج دوسرے مہینوں میں بھی ظاہر ہوتے ہیں مگر رمضان میں بدکاروں کو اس کا موقع زیادہ ملتا ہے کیونکہ اس مہینہ میں روزہ دار مسلمان اپنے گھروں سے بہت دیر تک غائب رہتے ہیں۔

(۱۴) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب رمضان آتا ہے جنت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے اور شیاطین جکڑ بند کردیے جاتے ہیں اسکو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے اور مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ شیاطین زنجیروں میں جکڑ دیے جاتے ہیں۔ اور اس حدیث کو ترمذی و ابن ماجہ نے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بیہقی نے السنن میں، سب نے ابو بکر بن عیاش سے عمش سے ابو صالح سے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو شیاطین اور سرکش خبیث جنات جکڑ بند کردیئے جاتے ہیں" وقال ابن خزیمۃ الشیاطین مردۃ الجن بغیر واؤ" اور جہنم کے دروازے بند کردیے جاتے ہیں پھر اس کا کوئی دروازہ نہیں کھولا جاتا اور جنت کے دروازے کھولدیئے جاتے ہیں۔ پھر اس کا کوئی دروازہ بند نہیں کیا جاتا اور ایک پکارنیوالا خدا تعالی کی طرف سے صدا کرتا ہے کہ اے (نیکی اور) بھلائی کے طالب آگے بڑھ اور اے بدی کے طالب بس کر (یعنی بدی کو چھوڑ دے) اور اللہ تعالی بہت لوگوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں اور یہ (قصہ) ہر رات ہوتا ہے ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اسکو نسائی اور حاکم نے بھی قریب قریب انہی الفاظ سے روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکو شرط شیخین پر صحیح کہا ہے

(۱۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے۔ اللہ تعالی اپنی مخلوق پر نظر (رحمت) فرماتے ہیں اور جس بندہ پر اللہ تعالی نظر (رحمت) فرمادیں اسکو کبھی عذاب نہیں دیتے اور اللہ تعالی ہر دن (رمضان میں) دس لاکھ آدمیوں کو جہنم سے آزاد کرتے ہیں۔ پھر جب انتیسویں رات آتی ہے اس میں اللہ تعالی پورے مہینے کے آزاد شدہ آدمیوں کے شمار کے برابر آزاد کرتے ہیں۔ اور جب عید الفطر کی رات آتی ہے فرشتوں میں شور برپا ہوجاتا ہے اور ملک جبار اپنے نور کے ساتھ تجلی فرماتے ہیں اور اسکی صفت کوئی بھی بیان نہیں کرسکتا۔ پھر جب مسلمان صبح کو عید میں (جمع) ہوتے ہیں تو اللہ تعالی فرشتوں سے بذریعہ وحی کے

لہ صفت بضم الصاد و تشدید الفاء ای مشرت بالاغلال ۱۲ منہ

37

ارشاد فرماتے ہیں کہ جو مزدور اپنا کام پورا کر چکے اُس کا صلہ کیا ہے؟ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ اُس کا صلہ یہ ہے کہ اُسکو پوری مزدوری دی جائے اسپر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں تمکو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اِن سب کو بخشدیا ہے اسکو اصبہانی نے روایت کیا ہے"

(۱۶) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کا مہینہ تمہارے سر پر آپونچا یہ مبارک مہینہ ہے اللہ تعالیٰ نے تمپر اس کا روزہ فرض کیا ہے اسمیں آسمان کے دروازے کہولدیئے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کے گلے میں طوق ڈالدیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے اِس مہینہ میں ایک خاص رات رکھی ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اُسکی برکت سے محروم رہا وہ پورا محروم ہے اسکو نسائی اور بیہقی دونوں نے بروایت ابوقلابہ کے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے ابوقلابہ کو حضرت ابوہریرہ سے سماع حاصل نہیں۔

ف حافظ منذری فرماتے ہیں کہ علامہ حلیمی کا قول ہے کہ رمضان کے مہینہ میں شیاطین کے قید کیے جانے میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ صرف زمانۂ نزول قرآن میں قید کیے جاتے ہوں اور مراد وہ شیاطین ہوں جو آسمانی باتیں چھپکر سنتے ہیں دیکھو حدیث میں مردۃ الشیاطین کا لفظ وارد ہے (جس سے معلوم ہوا کہ خاص خاص شیاطین قید کیے جاتے ہیں سب قید نہیں ہوتے) اور گو آسمان کی حفاظت شہاب ثاقب سے ہوچکی ہے جیسا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ وحفظا من کل شیطان مارد۔ مگر چونکہ ماہ رمضان میں پورا قرآن آسمان دنیا پر نازل ہوا ہے اس لئے رمضان کے مہینہ میں مبالغہ حفاظت کے لیے یہ بات زیادہ کی جاتی ہے کہ اِن شیاطین کو قید کردیا جاتا ہے واللہ اعلم اور یہی احتمال ہے کہ شیاطین زمانۂ نزول قرآن میں ہی قید کیے جاتے ہوں اور اس کے بعد بھی (اوس صورت میں صرف وہی شیاطین مراد ہوں گے جو آسمانی باتیں سننے والے ہیں) اور مطلب حدیث کا یہ ہوگا کہ شیاطین رمضان کے مہینہ میں لوگوں کو بتلائے فساد کرنے پر ویسا قابو نہیں پاتے جیسا دوسرے وقت میں قابو پاتے ہیں کیونکہ اس ماہ میں

مسلمان روزہ رکھنے میں مشغول ہوتے ہیں جس سے نفس کی خواہشوں کا قلع قمع ہو جاتا ہے
نیز تلاوت قرآن اور مختلف عبادتوں میں مشغول ہوتے ہیں (جن کی وجہ سے گناہوں کے
لیے فرصت ہی نہیں ملتی اور خود یہ عبادات بھی گناہوں سے روکتی ہیں)

(۱۷) حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے رمضان کے آنے پر فرمایا کہ تمہارے سامنے رمضان کا مہینہ آگیا ہے جو
برکت کا مہینہ ہے جسمیں اللہ تعالیٰ تم کو (برکات وعنایات سے) ڈھانپ لیتے اور
اور رحمت نازل فرماتے اور گناہوں کو معاف فرماتے اور اس مہینہ میں دعا قبول فرماتے ہیں
نیز اللہ تعالیٰ اس ماہ میں تمہاری رغبت کو دیکھتے اور ملائکہ کے سامنے تمہاری وجہ سے
مباہات فرماتے ہیں (یعنی تمہارے اعمال کو ملائکہ کے سامنے پیش فرما کر اپنی اس بات کو
اونچا ہونا ظاہر فرماتے ہیں جو خلقت انسان سے پہلے ارشاد فرمائی تھی کہ انسان کے پیدا
کرنے میں جو حکمتیں ہیں ان کو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے) پس تم اپنی طرف سے
اللہ تعالیٰ کو نیک کام کر کے دکھلاؤ کیونکہ بدبخت وہ ہے جو رمضان میں اللہ تعالےٰ کی
رحمت سے محروم رہا۔ اسکو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے سب راوی ثقہ
ہیں مگر ایک راوی محمد بن قیس کے متعلق مجھے کوئی جرح یا تعدیل یاد نہیں پڑتی۔

(۱۸) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رمضان کے آنے پر
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مہینہ تمہارے سامنے آگیا اسمیں ایک ایسی
رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے جو اس سے محروم رہ گیا وہ ہر بھلائی سے
محروم رہ گیا اور اسکی برکت سے بجز محروم (القسمت) کے کوئی بھی محروم نہیں رہتا
اسکو ابن ماجہ نے ان شاء اللہ اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔ اور طبرانی نے حضرت
انس رضہ سے اس حدیث کو ان الفاظ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ

۵ علامہ حلیمی کے قول کا یہ مطلب حضرت حکیم الامۃ دام مجدہم نے بیان فرمایا ہے اور یہی دل کو لگتا ہے مگر ترغیب
ترہیب اور فتح الباری و عمدۃ القاری کی عبارات میں جن میں علامہ حلیمی کا قول مذکور ہے ضرور کاتب سے کچھ سہو ہوگیا ہے
کیونکہ بظاہر وہ عبارات اس مطلب پر منطبق نہیں ہیں ۱۲۔ مترجم

علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ یہ رمضان کا مہینہ آگیا ہے اِس میں جنت کے دروازے کھولدیے جاتے اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے اور شیاطین گرفتار کرا لئے جاتے ہیں۔ پھٹکار اُس شخص پر جس نے رمضان کا مہینہ پالیا پھر بھی اُس کی مغفرت نہ ہوئی جب رمضان میں اُسکی مغفرت نہوئی تو پھر کب ہوگی۔

(۱۹) ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اُنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہُوئے سنا کہ ماہ رمضان کے لیے جنت کو خوشبو کی دھونی دی جاتی اور سال بھر تک بنایا سنوارا جاتا ہے۔ پھر جب رمضان کی پہلی رات آتی ہے تو عرش کے نیچے سے ایک ہوا چلتی ہے جس کا نام مثیرہ ہے جس کے جھونکوں سے درختانِ بہشت کے پتے اور کواڑوں کے حلقے بجنے لگتے ہیں۔ جس سے ایسی (خوشنما) آواز نکلتی ہے کہ سننے والوں نے اس سے اچھی آواز کبھی نہ سنی ہوگی اس کے بعد حور عین (اپنے گھروں سے) باہر نکلکر جنت کے بالاخانوں کے درمیان کھڑی ہو کر یوں ندا کرتی ہیں کیا کوئی اللہ تعالےٰ کی جناب میں (ہمارے متعلق) پیغام دینے والا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ اُسکو ہم سے ملادے پھر حور عین رضوان (داروغہ) جنت سے پوچھتی ہیں یہ کیسی رات ہے وہ لبیک کہہ کر جواب دیتا ہے کہ یہ ماہ رمضان کی پہلی رات ہے اس لیے جنت کے دروازے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزہ داروں کیواسطے کھولدیئے گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عزوجل رضوان سے فرماتے ہیں کہ اے رضوان جنتوں کے دروازے کھولدے اور اے مالک جہنم کے دروازے احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے روزہ داروں پر بند کردے اور اے جبریل تم زمین پر جاؤ اور سرکش شیاطین کو جکڑ بند کر لو۔ اور اُن کے گلے میں طوق ڈالدو پھر اُن کو سمندروں میں ڈالدو تاکہ میرے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے روزوں کو خراب نکردیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رمضان کی ہر رات میں ایک منادی کو حکم دیتے ہیں کہ تین دفعہ اِس طرح ندا کرے۔ کیا کوئی سوال کرنیوالا ہے جس کے سوال کو میں پورا کردوں کیا کوئی توبہ کرنیوالا ہے کہ میں اُسکی توبہ قبول کر دوں کیا کوئی مغفرت چاہنے والا ہے کہ میں اسکو گناہ بخشدوں

۴۰

(باقی آئندہ)

اور یہ نہ سوچا کہ جب حق تعالیٰ نے سجدہ کا حکم دیا ہے تو ضرور اس میں کوئی مصلحت ہوگی اور مصلحت تو بہت ہی ظاہر تھی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً یعنے میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں اور قاعدہ ہے کہ جب کوئی بادشاہ کسیکو اپنا نائب کرتا ہے اور تخت پر بٹھاتا ہے تو اسکو نذریں گذاری جاتی ہیں۔ جو معاملہ بادشاہ کے ساتھ کیا جاتا تھا وہ اب اس کے نائب کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اسی لیے یہاں بھی یہ حکم ہوا کہ ہم کو جس طرح سجدہ کرتے تھے اسیطرح آدم کو کرو اس لیے کہ وہ ہمارا خلیفہ ہے ہاں یہ فرق ضرور ہے کہ آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا وہ تعظیم کا سجدہ تھا اور حق تعالیٰ کو سجدہ کرنا عبادت کا سجدہ ہے تو اتنی موٹی بات میں اسنے غلطی کی اس سے معلوم ہوگیا کہ اسمیں عقل نہ تھی ہاں چالاکی۔ اور مکر میں بے شک بے مثل ہے اسپر ایک میانجی کی حکایت یاد آئی کہ اُن کے پاس کہیں سے بتاشے آئے انہوں نے ایک مٹی کے بدھنے میں آٹا لگا کر بند کر کے رکھدیے تاکہ کوئی لڑکا نہ کھا جاوے لڑکوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی ہونی چاہیے کہ بدھنے کا منہ بھی نہ کھلے تاکہ راز ظاہر نہ ہو اور بتاشے بھی وصول ہو جائیں سوچتے سوچتے ایک تدبیر نکالی کہ پانی لاکر ٹونٹی کی راہ سے اوسمیں بھرا اور شربت گھول کر پی گئے تو یہاں نہ کہا جاوے گا کہ یہ لڑکے بڑے عاقل تھے بلکہ یوں کہا جاوے گا کہ بڑے شریر اور چالاک و مکار تھے کیونکہ عقل تو اس بات کو چاہتی ہے کہ اپنے اوستاد کی خدمت اور تابعداری کیجاوے نہ اور الٹا نقصان پہونچایا جاوے عقل کے اصلی معنی ہیں بند کرنے کے پس عقل وہی ہے جو برائیوں سے بند کرے ورنہ بندر بہت عجیب عجیب کام کرتے ہیں مگر اس سے بندر کو عقلمند نہ کہا جاوے گا بلکہ مکار اور نقال کہیں گے غرض عقل اور چیز ہے اور چالاکی اور مکر اور چیز ہے عقل ضروری چیز ہے اور اُس کا نہونا برا اور چالاکی بُری چیز ہے۔ اور اُس کا نہونا اچھا چنانچہ شریعت میں یہ بات پسند نہیں ہے کہ دوسروں کو نقصان پہونچائے کیونکہ یہ مکر ہے اسی طرح یہ بھی کمال نہیں کہ اپنے کو نقصان سے نہ بچائے کہ یہ کم عقلی ہے حدیث میں ہے کہ مسلمان ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں کاٹا جاتا ہے مطلب یہ ہے کہ اگر مسلمان کو کسی جگہ نقصان پہونچے تو اوسکی شان یہ نہیں ہے کہ پھر وہاں جائے یا کسی سے نقصان پہونچا تو یہ مناسب نہیں کہ

حکایت میانجی

پہر اُس سے معاملہ کرے اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان ؔ کے لیے اتنی ہوشیاری کمال کی بات ہے، کہ اپنے کو نقصان سے بچائے اسیواسطے دین کو نفع ہمیشہ عقلمندوں ہی سے ہوا ہے۔ جتنے نبی اور جتنے پیشوادین کے ہوئے ہیں سب بڑے عقلمند تہے کسی نبی کی ایسی حکایت نہ سنی ہوگی کہ وہ بہولے ہوں دنیا کی اون کو کچھہ خبر نہ ہو ہاں چالاک و مکار نہ تہے عقلمند اور ہوشیار تہے اور عقل ہی تو وہ چیز ہے جسکی وجہ سے خدا تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ بنایا ہے غرضکہ عورتوں میں چالاکی اور مکر ہے عقل نہیں اس چالاکی اور مکر کیوجہ سے ہوشیار کو بے عقل بنادیتی ہیں چنانچہ تنہائی میں ایسی باتیں کرتی ہیں۔ کہ جس سے خاوند کا دل اپنی طرف ہوجائے اور سب سے چھوٹ جاوے بیاہ کے بعد گہر آتے ہی سب سے اول کوشش ان کی یہ ہوتی ہے کہ خاوند ماں باپ سے چھوٹ جاوے یہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ جس ماں نے مشقتیں اٹہاکر اُس کے خاوند کو پالا اپنا خون جگر پلایا خود تکلیف میں رہی اسکو آرام سے رکہا اس کے تمام ناز نخرے اُٹھائے اور جس باپ نے دہوپوں کی تکلیف اُٹہائی اور اولاد کے لیے گہر چہوڑا محنت کرکے انکو پالا آج اُنکی خدمتوں کا یہ انعام دیا جاتا ہے کہ ان سے چہڑایا جاتا ہے لاحول ولا قوۃ پہر اگر یہ منتر ان کا چل گیا تو اس پر بہی بس نہیں کرتیں کہتی ہیں کہ تم تو الگ ہوگئے مگر تمہاری کمائی تو اُن کے پاس جارہی ہے۔ کبہی ماں کو جوتا لادیا کبہی نقد کچھہ دے دیا غرضکہ کوشش کرکے دینا دلانا بہی چہڑاتی ہیں۔ پہر اس سے بہی صبر نہیں آتا اس کے بہائی بہن سے چہڑاتی ہیں اور اگر پہلی بی بی سے اولاد ہو ان سے بہی چہڑاتی ہیں۔ غرض رات دن اِسی فکر میں گذرتا ہے اور یہی رات دن کوشش ہوتی ہے کہ سوائے میرے اور میری اولاد کے کوئی نہ ہو اور انہیں کی بدولت بہت سے گہروں میں بلکہ بہت سے خاندانوں میں نااتفاقی ہوجاتی ہے اور مردوں میں یہ بے احتیاطی ہے کہ ان کی باتیں سنتے ہیں اور اسپر عمل کرتے ہیں اور اس ناشکری اور ہوشیار مرد کو بے عقل بنادینے کی دو وجہ ہیں اول تو یہ کہ انکو خاوند کی برابری کا گمان ہوتا ہے کہ ہم اِس سے کیا کچھہ کم ہیں چنانچہ یہاں تک کوشش ہوتی ہے کہ بحثا بحثی میں بہی شوہر پر ہم غالب رہیں جو بات خاوند کہتا ہے اُس کا جواب ان کے پاس تیار رہتا ہے کوئی بات بے جواب نہ چہوڑیں گی خواہ ناگوار ہو یا گوارا ہو

نبی سب سے زیادہ عقلمند ہوتے ہیں

عورتوں کی چالاکی کا بیان

۱۰

مردوں کی بے احتیاطی

خاوند کی ناشکری اور ہوشیار مرد کو بے عقل بنادینے کی دو وجہیں

خواہ معقول ہو یا نامعقول ہو اور ناشکری اکثر اسی برابری کے دعوے سے پیدا ہوتی ہے۔

اب میں ان حضرات کی طرف متوجہ ہوتا ہوں جو اس کوشش میں ہیں کہ میاں بی بی کا درجہ برابر ہو جاوے ان سے یہ التماس ہے کہ آپ حضرات جو اس کوشش میں ہیں کہ مرد عورت میں برابری ہو جاوے تو کیسے ہو سکتا ہے علاوہ اور جوابوں کے میں یہ کہتا ہوں کہ اگر آپ ہی کی بیگم صاحبہ آپ سے برابری کا دعویٰ کریں اور مقابلہ میں آکر جواب و سوال کریں تو سچ کہنا کہ کیا آپ ناخوش نہوں گے ضرور ہوں گے ہر شخص یہی چاہتا ہے کہ میرے اہل و عیال میرے تابع ہو کر رہیں اور خاص کر جنٹلمین حضرات کہ یہ برابری تو کیا رکھتے معمولی حقوق بھی بیبیوں کے ضائع کرتے ہیں۔

بیبیو تم مردوں کی برابر کیسے ہو سکتی ہو تم ہر طرح اور ہر بات میں مردوں سے پیچھے رکھی گئی ہو دیکھو تم نماز میں امام نہیں بن سکتیں میراث اور گواہی وغیرہ میں ہر طرح مردوں سے پیچھے ہو تم آگے کیوں بڑھنا چاہتی ہو امام صاحب کا قول ہے کہ اگر صف میں مرد کی برابر عورت کھڑی ہو جاوے تو نماز ٹوٹ جاوے گی۔ جب عبادت میں برابری نہیں ہے جس میں زیادہ ہمت زیادہ عقل کی بھی ضرورت نہیں تو معاملوں میں کیسے برابر ہو سکتی ہو کہ انمیں تو بہت سی ان باتوں کی ضرورت ہے جو خاص مردوں ہی میں پائی جاتی ہیں۔ اور تم تو برابری کا دعویٰ کرنا چاہتی ہو حالانکہ تمہارا مرتبہ لونڈی سے بھی کم ہے اس لئے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر میں خدا کے سوا کسی غیر کو سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے اور یہ نہیں فرمایا کہ لونڈی کو حکم دیتا کہ اپنے آقا کو سجدہ کرے۔ معلوم ہوا کہ تمہارا مرتبہ لونڈی سے بھی کم ہے اور خاوند کا مرتبہ مالک سے بھی زیادہ ہے مگر تمہاری یہ حالت ہے کہ خاوند سے دبنا اپنے نفس کے خلاف ہونے کی وجہ سے عار سمجھتی ہو تم ان باتوں کو دین ہی نہیں سمجھتیں بڑا شوق دین کا ہو گا تو وظیفے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ کی بہت سی تسبیح پڑھ ڈالیں گی میں کہتا ہوں کہ وظیفوں کا مرتبہ تو ان سب سے پیچھے ہے۔ بڑی فضیلت اسی عمل میں ہے جس میں نفس کا خلاف ہو مگر دین کی تمام باتوں میں سے صرف ان وظیفوں کو

۱۱

اکثر نے پسند کیا ہے اِس کے اندر نفس کا ایک گہرا مکر ہے وہ یہ ہے کہ عام لوگوں میں اسکی وجہ سے عزت بہت ہوتی ہے عام لوگ اسکو بزرگ سمجھنے لگتے ہیں اِس سے اسمیں نفس خوش ہوتا ہے اور خاوند کی تعظیم اور تابعداری نفس کے خلاف ہے اِس لیے اِس سے بے توجہی ہے غرضکہ ایک وجہ خرابی کی تو برابری کا گمان ہے اور دوسری وجہ حسد ہے یہ مرض بھی عورتوں میں بہت ہے ذرا ذرا سی چیز پر ان کو حسد ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ اسی پر حسد ہوتا ہے کہ اپنے ماں باپ کو یہ چیز کیوں دیتا ہے اگر ماں باپ نہ ہوتے تو یہ چیز ہمارے ہی پاس رہتی لیکن اے عورتوں میں تمہاری اسقدر بڑائی تعریف کرتا ہوں کہ تمہارا ایمان تقدیر پر بہ نسبت مردوں کے زیادہ ہے مردوں کو سیکڑوں وسوسے شبہے پیش آتے ہیں عالموں سے الجھتے ہیں لیکن تم کو اس میں شک و شبہ بھی نہیں ہوتا مگر معلوم نہیں کہ یہ تمہارا تقدیر پر ایمان لانا اس موقع پر کہاں گیا خوب سمجھ لو کہ جسقدر تقدیر میں ہے وہ تمکو ملکر رہے گا پھر حسد اور جلن کا ہے کے لیے کرتی ہو اور یہی حسد ہے جسکی وجہ سے سوت سے ہمیشہ ان کی لڑائی رہتی ہے لیکن کوئی عورت اس کا اقرار ہرگز نہ کرے گی کہ مجکو حسد ہے مگر انکی حالت سے خود یہ بات ظاہر ہے طرح طرح سے یہ دل کی جلن نکالتی ہیں کبھی کہتی

۱۲

ہیں کہ فلانی میں یہ عیب ہے فلانی باہر کی ہے یا شرافت میں میرے برابر نہیں ہوسکتی ہمارے قصبات میں خاصکر شرافت کے دعوی کا ایسا مرض ہے کہ باہر کی عورت یا مرد کیسا ہی شریف ہو مگر اپنی شرافت کے گھمنڈ میں کسیکو منہ نہیں لگاتے اور مجکو تو اسی میں شبہ ہے کہ ہم لوگ جو شریف کہلاتے ہیں آیا واقع میں ایسے ہی ہیں یا نہیں کیونکہ یہ عجیب بات ہے کہ جسقدر شیخ ہیں کوئی تو اپنے کو صدیقی کہتا ہے کوئی فاروقی کوئی علوی کوئی عثمانی کوئی انصاری۔ کیا ان چار پانچ صحابہ کے سوائے اور کسی صحابی کی تو بہ تو نسل نہیں چلی کوئی اپنے کو یہ نہیں کہتا کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوں یا حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہوں۔ سب ان چار پانچ حضرات ہی کی اولاد میں اپنے کو بتلاتے ہیں۔ اسکے شبہ ہوتا ہے کہ یہ سب یاروں کا تراشا ہوا مضمون ہے کہ مشہور اور بڑے بڑے صحابہ کو لیکر ان کی طرف اپنی نسبت کرنے لگے۔ جن کے پاس نسب نامہ موجود نہیں ظاہر ہے کہ ان کا بیان تو زبانی ہی قصہ ہے اور جن کے پاس نسب نامہ موجود ہے اسمیں بھی اوپر سے شبہ ہے کوئی یقینی بات نہیں ہے۔ چنانچہ

ہم لوگ تہانہ بھون کے فاروقی مشہور ہیں مگر تاریخ سے اسمیں شبہ پڑتا ہے اس لئے کہ ابراہیم بن[ف]
ادہم ہمارے نسب کے سلسلہ میں موجود ہیں اور انمیں اختلاف ہے کوئی انکو فاروقی لکھتا ہے
کوئی عجلی کوئی تمیمی کوئی سید زیدی لکھتا ہے پھر ہمارا کیا منہ ہے کہ ہم کہیں کہ فلانی کم قوم کی ہے
خوب یاد رکھو قیامت کے دن صرف یہ پوچھا جائے گا کہ تونے کیا کیا کمایا یہ نہ پوچھا جائیگا کہ
اس کے نسب میں تھے اور جس قدر قومیں ہیں سب کے نسب کی انتہا یقینی طور پر حضرت آدم
علیہ السلام پر ہے مگر معلوم نہیں انکی طرف اپنے کو نسبت کیوں نہیں کرتے اگر جواب میں کہا
جاوے کہ وہ دور ہیں اور نسب میں قریب کا اعتبار ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر قریب کا اعتبار ہے
تو میں ایک چیز نہایت قریب بتاتا ہوں اسکی طرف نسبت کرو وہ کیا ہے ایک ناپاک پانی
ہے جس سے ہم پیدا ہوئے ہیں چنانچہ ایک بزرگ کے سامنے ایک شخص نہایت شیخی اور
غرور سے اکڑتا ہوا نکلا ان بزرگ نے اسکو نصیحت کی کہ بھائی اتراؤ مت اس نے کہا کہ تم مجکو
نہیں جانتے ہیں کون ہوں فرمایا ہاں جانتا ہوں اول کی حالت تو آپ کی یہ ہے کہ
ناپاک نطفہ تھے آخری حالت یہ ہے سڑیل مردار ہو گے اور درمیانی حالت یہ ہے کہ پیٹ میں
ناپاکی پھرے پھرتے ہو۔ اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ نسب کی شرافت کوئی چیز نہیں
آخرت میں تو واقعی نسب کوئی چیز نہیں ہے۔ نیکیاں ہی کام آنیوالی ہیں۔ لیکن دنیا میں
وہ بیکار بھی نہیں ہے شریعت نے خود اس کا اعتبار کیا ہے اگر نسب کوئی چیز نہ ہوتی
تو جو لوگ اپنے برابر کے نہیں انہیں نکاح کرنے سے منع نہ کیا جاتا اور یہ قاعدہ مقرر نہ ہوتا
کہ خلیفہ صرف قریش ہی کے خاندان سے ہوں گے۔ ان حکموں سے معلوم ہوتا ہے کہ
شرع نے بھی شریفوں غیر شریفوں میں ضرور فرق رکھا ہے اور یہ فرق دنیا کا انتظام رکھنے
کے لیے ہے اگر سب کے سب دنیا میں یکساں ہوتے تو ہرگز انتظام نہو سکتا نہ کوئی کام چل
سکتا۔ اگر کوئی گھر بنانے کے لیے کسیکو کہتا تو وہ کہتا کہ تم ہی ہمارا گھر بناؤ۔ اگر کسی سے
خط بنانیکو کہتے وہ کہتا کہ تم ہی میرا خط بنا دو۔ دھوبی کپڑے نہ دھوتا۔ غرض سخت مصیبت

[ف] پھر تحقیق سے ثابت ہوا کہ تہانہ بھون کے فاروقی حضرت ابراہیم بن ادہم کی اولاد میں نہیں بلکہ ان کے نسب میں
ایک اور ابراہیم ہیں جنکو ابراہیم بن ادہم غلطی سے سمجھ لیا گیا ۱۲

ہوتی اگر بڑھئی کی ضرورت ہوتی تو وہ نہ ملتا اگر نوکر کی ضرورت ہوتی تو نوکر نہ ملتا یہ چھوٹے بڑے کا ہی فرق ہے جس سے لوگوں کے کام چل رہے ہیں چنانچہ یہ قانون کہ خلیفہ صرف قریش ہی کے خاندان سے ہوں گے اسمیں بھی انتظام کی مصلحت ہے۔ قدرتی طور سے اللہ تعالیٰ نے قریش کو فضیلت دی ہے تو جب سردار اور خلیفہ ان میں سے ہوں گے تو اوروں کو ان کی تابعداری سے عار نہ ہوگا اور ان کو دوسروں کی تابعداری سے عار ہوتا اور لڑائی جھگڑے کی صورت پیدا ہوتی دوسرے یہ مصلحت بھی ہے کہ قاعدہ کی بات ہے کہ آدمی اپنی خاندانی چیز کی بہت حفاظت کرتا ہے تو اگر قریش کے خاندان سے خلیفہ ہوگا تو دین کی حفاظت دو وجہ سے کرے گا۔ ایک اس وجہ سے کہ دین اپنے گھر کا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام بھی انہیں کے خاندان سے تھے دوسرے مذہبی تعلق سے پس معلوم ہوا ہے کہ نسب کا اعتبار اس مصلحت سے ہے کہ دنیا کا انتظام بنا رہے اس لئے وہ بیکار نہیں مگر نسب پر غرور کرنا اور شیخی کرنا ہر حالت میں حرام ہے اور آجکل کے شریفوں میں تو نسب پر غرور ہی ہے مگر غیر شریفوں میں دوسرے طور پر غرور پایا جاتا ہے کہ اپنے کو شریفوں کی برابر سمجھتے ہیں اور اپنے میں اور انہیں کچھ فرق نہیں جانتے یہ بھی زیادتی ہے جو فرق اللہ تعالیٰ نے رکھدیا ہے اسکو کون مٹا سکتا ہے غرض یہ شیخی اور غرور بھی برابر ہے جیساکہ شرافت کے دعویٰ کرنیوالوں خاصکر عورتوں میں ہے اور مرتبے کا فرق نہ رکھنا بھی ٹھیک نہیں جیسا دوسری قوموں نے اختیار کیا ہے۔ میں اسکو بیان کر رہا ہوں کہ ہماری عورتوں کے اخلاق نہایت خراب ہیں انکو اپنی اصلاح کرنا نہایت ضروری ہے اور یاد رکھو کہ بغیر اخلاق درست ہوئے عبادت اور وظیفہ کچھہ کارآمد نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ فلانی عورت بہت عبادت کرتی ہے راتوں کو جاگتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو بہت ستاتی ہے آپ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے اور ایک دوسری عورت کی نسبت عرض کیا کہ وہ زیادہ عبادت نہیں کرتی مگر پڑوسیوں سے اچھا سلوک کرتی ہے فرمایا وہ جنتی ہے۔ مگر ہماری عورتوں کی بزرگی آجکل تسبیح اور وظیفے پڑھنے میں رہ گئی اخلاق کی طرف بالکل توجہ نہیں حالانکہ اگر دین کا ایک حصہ بھی کم ہوگیا تو دین ناتمام ہوگا مگر آجکل لوگوں نے جیسے اور چیزوں کا ست نکالا ہے اسیطرح

نسب کا اعتبار بوجہ انتظام کے جائز ہے مگر اس پر فخر و غرور جائز نہیں۔

غیر شریفوں کا یہ غرور کہ وہ اپنے کو شریفوں کے برابر سمجھتے ہیں

بغیر اخلاق درست ہوئے عبادت اور وظیفہ کارآمد نہیں

ان کا بھی ست نکال لیا ہے بعض نے تو نماز روزہ ہی کو دین سمجھ لیا ہے معاملات اور اخلاق وغیرہ کو
چھوڑ دیا۔ اور بعضوں نے صرف اخلاق کو لے لیا عبادتوں اور عقیدوں کو چھوڑ دیا۔ اور اخلاق
بھی انکا دعوے ہی دعوے ہے واقع میں اخلاق بھی ان کے درست نہیں ہیں۔ لیکن اگر
ہوتے بھی تو بیکار تھے کچھ لوگ وہ ہیں کہ ان کے عقیدے اور اعمال اور معاملے اچھے ہیں
اور سمجھتی ہیں کہ ہم خوش عقیدہ ہیں اور اپنے پر اتراتے ہیں اور دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں تو ان میں اخلاق کی کمی
ہے اسیطرح ہماری عورتوں نے عقیدوں اور وظیفوں اور نماز کو لے لیا مگر اخلاق کو چھوڑ دیا صبح سے شام
تک غیبت حسد لعنت ملامت میں مبتلا رہتی ہیں اور اپنے کو یہ سمجھتی ہیں کہ ہم بڑی بزرگ ہیں تو بزرگی
صرف یہ نہیں ہے اسیطرح مردوں کو بھی کہا جاتا ہے کہ اخلاق کی انہیں بھی کمی ہے تو وہ اپنی اصلاح کریں بلکہ
اخلاق بعض اعتبار سے نیک کاموں سے بھی زیادہ ضروری ہیں۔ اس لئے کہ اگر نیک کاموں میں
کمی ہوگی تو اس کا نقصان اپنی ذات تک ہی رہیگا اور اخلاق اگر خراب ہوئے تو اس کا نقصان دوسروں تک
پہونچیگا جو کہ بندوں کے حقوق میں داخل ہے۔ افسوس نماز کے چھوڑ دینیکو اور دوسرے گناہوں
کو تو گناہ سمجھا جاتا ہے اور غیبت اور حسد اور زیور کی طمع اور اپنی سوتن سے لڑنے اور ان کے مثل اور
عادتوں کو گناہ نہیں سمجھتیں خلاصہ سارے وعظ کا یہ ہوا کہ اس حدیث میں تین عیب بیان فرمائے گئے
ہیں اور یہ تین عیب ایسے ہیں کہ باقی تمام عیبوں کا تعلق انہی تین سے ہے بعض عیبوں کا تو ان سے
یہ تعلق ہے کہ وہ ان سے پیدا ہوتے ہیں جیسے غیبت اور چغلخوری کہ یہ بھی لعنت ملامت کرنے
سے پیدا ہوتی ہے اور نااتفاقی لڑائی جھگڑے وغیرہ ہوشیار مرد کو بے عقل کر دینے سے پیدا
ہوتے ہیں اور بعض عیبوں کا ان سے یہ تعلق ہے کہ خود یہ ان سے پیدا ہوتے ہیں جیسے خاوند
کی ناشکری حرص اور طمع سے پیدا ہوتی ہے اسی طرح غور کرنے سے سب کا تعلق معلوم ہو سکتا
ہے۔ پس ان تینوں کی اصلاح ضروری ہوئی اب اصلاح کے طریقہ کو غور سے سننا اور سمجھنا چاہیئے
اور اسی پر وعظ ختم ہو جاوے گا۔ اس اصلاح کے طریقہ میں دو چیزیں ہیں ایک علم حاصل کرنا دوسرے
کام کرنا اور علم یہی نہیں کہ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ لیا تفسیر سورۂ یوسف پڑھ لی یا نور نامہ
وفات نامہ پڑھ لیا بلکہ کتاب وہ پڑھو جس میں تمہارے عیبوں کا بیان ہو[1] یہ تو علم ہوا اور کام

15

[1] جیسے تعلیم الدین اور تبلیغ دین اور بہشتی زیور حصہ ہفتم ۱۲

ایک تو یہ ہے کہ اول زبان کو روک لو تمہاری زبان بہت چلتی ہے تمکو کوئی بُرا کہے یا بھلا، ہر گز مت بولو اس سے خاوند کی ناشکری اور ہوشیار مرد کو بے عقل بنا دینا اور کثرت سے لعنت ملامت کرنا اور غیبت وغیرہ سارے عیب جاتے رہیں گے اور جب زبان روک لی جاویگی تو یہ عیب جن چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں وہ بھی دل سے جاتی رہیں گی۔ کیونکہ ان سے زبان کے ہی ذریعہ سے کام لیا جاتا ہے۔ جب زبان کی قوت سے کام ہی نہ لیا جائیگا تو وہ آپ ہی کمزور ہو جاوینگے دوسرا کام یہ ہے کہ ایک وقت مقرر کر کے یہ سوچا کرو کہ دنیا کیا چیز ہے اور یہہ دنیا چھوٹنے والی ہے اور موت اور اُس کے بعد کی ایک ایک حالت کو روزانہ سوچا کرو جیسے قبر اور منکر نکیر کا سوال جواب اور اس کے بعد قبر سے اُٹھنا اور حساب وکتاب اور پلصراط کا چلنا اس سے دنیا کے مال اور مرتبہ کی محبت بھی جاتی رہے گی اور تکبر اور حرص بھی اور جو مرض حرص سے پیدا ہوتے ہیں جیسے غیبت اور حسد وغیرہ وہ بھی جاتے رہیں گے۔ غرض حاصل علاج کا دو چیزیں ہوئیں ایک تو علم حاصل کرنا دوسرے کام کرنا۔ سو علم تو یہ ہے کہ قرآن شریف کے بعد ایسی کتابیں پڑھو جن میں مسئلوں کے ساتھہ دل کی بیماریوں کا بھی بیان ہو جیسے حسد غرور وغیرہ کی برائی۔ کم از کم بہشتی زیور ہی کے دس حصے پڑھ لو اور کام دو ہیں ایک زبان کا رکنا دوسرے موت اور اس کے بعد کی حالتوں کا سوچنا لیکن طوطے کی طرح بہشتی زیور کے الفاظ خود پڑھ لینے سے کچھہ فائدہ نہ ہوگا بلکہ یہ ضروری ہے کہ کسی مولوی سے پڑھو لو جب کہ گھر میں مولوی ہو ورنہ گھر کے مردوں سے عاجزی کرو کہ وہ کسی مولوی سے پڑھکر تمکو پڑھا دیا کریں مگر پڑھکر بند کر کے مت رکھدینا ایک وقت مقرر کر کے ہمیشہ اُسکو خود بھی پڑھتی رہنا اوروں کو بھی سناتی رہنا میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس طریقے سے انشاءاللہ بہت جلد اصلاح ہو جاوے گی اور یہاں اس سے زیادہ بیان کرنے کی اسلئے ضرورت نہیں کہ یہاں کی عورتیں خود سمجھدار ہیں اور خیر ان تمام خرابیوں کی ایک ہی بات ہے وہ اگر جاتی رہے تو سب باتوں کی اصلاح ہو جاوے وہ یہ کہ آجکل بے فکری ہو گئی ہے اگر ہر بات میں دین کا خیال رکھا جاوے کہ یہ کام ہم جو کرتے ہیں دین کے موافق ہے یا نہیں تو انشاءاللہ چند روز میں اصلاح ہو جاویگی اب دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے آمین۔

۱۶

تمام خرابیوں کی جڑ بے فکری ہے

سلسلہ تسہیل المواعظ کی جلد دوم کا گیارہواں وعظ ختم ہوا۔ اب بارہواں ربیع الثانی سے پرچہ ہوگا (مدیر)

...ر توفیق حسنات کی عطا فرمائے آمین۔ یہ تو اس کا حاصل ہے اب الفاظ سے بھی سمجھو فرماتے ہیں کہ

...ن جہان خود البست اندر ظن ما بیست گر رود در خواب دستی باک نیست

یعنی یہ جہان ایک خواب ہے تم (ہماری اس بات میں) شبہ میں مت کھڑے ہو تو اگر کسی کا ...اب میں ہاتھ جاتا رہے تو کوئی بھی خوف نہیں ہے۔

...گر بخواب اندر سرت ببرید گاز هم سرت بجاست هم عمرت دراز

یعنے اگر خواب میں معترض نے تمہارا سر کاٹ دیا تو تمہارا سر بھی جگہ پر ہے ...ور عمر بھی دراز ہے۔

...گر ببینی خواب در خود را دو نیم تندرستی چون بخیزی بے سقیم

یعنے اگر تو خواب میں اپنے کو دو ٹکڑے دیکھے تو تو جب اٹھے گا تندرست ہے اور ...بے سقیم ہے۔

197

...حاصل اندر خواب نقصان بدن نیست باکے از دو صد پارہ شدن

یعنے حاصل یہ ہے کہ خواب میں جسم کے نقصان کا اور دو سو ٹکڑے ہو جانے کا ...ئی خوف نہیں ہے۔

...ین جہان را کہ بصورت قائم است گفت پیغمبر کہ حلم نائم است

یعنے یہ جہان جو کہ صورت میں قایم ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ...سونے والے کا خواب ہے۔

حدیث میں ہے الناس نیام اذا ماتوا انتبھوا کہ لوگ سو رہے ہیں جب ...مریں گے جاگیں گے۔ آگے فرماتے ہیں کہ

از رہ تقلید تو کردی قبول سالکان این دیدہ پیدا رسول

یعنے تونے تو اس حدیث کو تقلیداً قبول کرلیا ہے اور سالکین نے دیکھا ہے اور اونپر بلاواسطہ (تقلید کے) ظاہر ہے یعنی تم تو اس حدیث سے اِس زندگی کو جو خواب سمجھے ہو صرف تقلیداً ہی سمجھے ہو اور اون حضرات نے جب اسکو سنا فوراً اون کو وہ مشاہدہ اپنا معلوم ہوا اور وہ اسکو مشاہدۃً وبداہتہً ایسا سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ خود دیکھے ہوئے تھے باقی اِس حدیث سے اونکو یقین میں زیادتی ہوگئی۔

روز در خوابے مگو کاین خواب نیست سایہ فرع است اصل جز مہتاب نیست

یعنے تو دن کو بھی خواب میں ہے یہ مت کہہ کہ خواب نہیں ہے اسلئے کہ سایہ تو فرع ہی اور اصل بجز مہتاب کے اور کچھہ نہیں ہے یعنی چونکہ یہ حیاتِ دنیوی مثل خواب کے ہے تو تم اگرچہ بظاہر دن میں بیدار ہو مگر اصل میں دن کو بھی سو ہی رہے ہو آگے اوس سوال کا جواب ہے فرماتے ہیں کہ

۱۹۸

خواب بیداریست آن دان اے عضد کہ بہ بیند خفتہ کو در خواب شد

یعنے اے بھائی اِس بیداری کے خواب کو ایسا جانو کہ جیسے کوئی سونیوالا دیکھے کہ وہ سوگیا ہے۔

او گمان بردہ کہ این دم خفتہ ام بیخبر زان کوست در خواب دوم

یعنے وہ گمان کرتا ہے کہ وہ اسوقت سویا ہے اور اس سے بے خبر ہے کہ وہ خواب دوم میں ہے مطلب یہ ہے کہ اِس ظاہری بیداری میں جو تم سوکر خواب دیکھتے ہو اوسکی ایسی مثال ہے کہ جیسے تم خواب میں دیکھتے ہو کہ مثلاً تم ایک مکان میں گئے اور وہاں جاکر سو رہے اور اوس سونے میں خواب دیکھا تو تمہارا اس خواب میں یہ خیال ہے کہ ہم اب سوئے ہیں

حالانکہ گھنٹوں پہلے سے سو رہے ہو تو اسی طرح تم جو رات کو سوتے ہو اور خواب دیکھتے ہو تو تم سمجھتے ہو کہ تم اب سوئے ہو حالانکہ جب سے دنیا میں آئے ہو جب ہی سے سو رہے ہو اور اس خواب ہستی میں یہ خواب دوسرا دیکھ رہے ہو سبحان اللہ خوب ہی مثال ہے۔ دیکھلو کیسا واضح ہوگیا ہے کہ کوئی گنجلک ہی باقی نہ رہا۔ بس لکھنے والے یہ اور سمجھنے والے ہمارے حضرت سلمہم پیر اگر مثنوی میں ایسے مضامین نہوں تو اور کیا ہو۔ آگے پہر اون بیان حروف کے قصہ کی طرف رجوع ہے اور اون کے قول کو روایت بالمعنی کے طور پر ایک مثال میں بیان فرماتے ہیں کہ۔

کوزہ گر گر کوزۂ را بشکند   چون بخواہد باز خود قائم کند

یعنے کوزہ گر اگر کسی کوزہ کو توڑ دے تو پہر جب چاہے اوسکو قایم کرلے تو اسی طرح اگر حق تعالٰی اس جسم ظاہری کو فنا بہی فرمادیں تو کیا ہے دوسرا جسم روح کے لیے عطا فرمادیں گے آگے ایک دوسری مثال ہے کہ

کور را ہر گام باشد ترس چاہ   با ہزاران ترس می آید براہ

یعنے اندہے کو ہر قدم پر کنوئیں کا خوف ہوتا ہے اور ہزاروں خوف سے راستہ پر آتا ہے۔

مرد بینا دید عرض راہ را   پس بداند او مغاک و چاہ را

یعنے بینا آدمی راستہ کے عرض کو دیکھ لیتا ہے تو وہ کنوئیں کو اور گڑھوں کو جانتا ہے۔

پاؤ زانوش نلرزد ہر دمے   رو ترش کے دارد او زہر غمے

یعنے اوس کا پاؤں اور زانو ہر دم کا پنتا نہیں ہے اور وہ ہر غم سے رو ترش

نہیں رکہتا۔ مطلب یہ کہ جو اندہا ہے چونکہ اوسکو راستہ کی خبر نہیں ہے لہذا ہر ہر قدم پر اوس کو گر جانے کا خوف ہوتا ہے اور جو اندہا نہیں ہے وہ سیدھا راہ راست پر چلا جاتا ہے اور اوسکو مطلق خوف نہیں ہوتا۔ تو اسی طرح جو شخص کہ اس راہ سے اندھا ہے اوسکو تو اِس جسم اور اِس حیات کے جاتے رہنے سے خوف ہوتا ہے اور جو اس راہ کو دیکھے ہوئے ہے وہ بیفکری سے چلا جاتا ہے اگر اوس کے جسم کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں تب بھی اوسکو پرواہ نہیں ہوتی تو چونکہ اون ساحروں کو حقیقت منکشف ہوگئی تہی لہذا بالکل بیفکر تہے اور اون کے قلب میں مطلق ہراس نہ تہا۔ اور وہ جانتے تہے کہ اگر یہ جسم نہ رہے تو کیا ہے ہمکو اور ملجاوے گا آگے پہر اونہیں کا قول نقل فرماتے ہیں کہ وہ بولے کہ

نیز فرعونا کہ ما آن نیستیم کہ بہر بانگے زغولے بیستیم

یعنے اے فرعون اُٹھ ہم وہ نہیں ہیں کہ شیاطین کی ہر آواز پر کہڑے ہو جاویں۔

خرقہ ما را بدر دوزندہ ہست ورنہ خود ما را برہنہ تن بہ است ۱۰۰

یعنے تو ہمارے خرقہ کو پہاڑ دے سینے والا موجود ہے ورنہ خود ہمارے لیے ننگا بدن ہی بہتر رہے

بے لباس آن خوب را اندر کنار خوش بگیریم اے عدو نابکار

یعنے بے لباس کے اوس حسین کو کنار میں ہم خوب لیں گے اے نابکار دشمن

خوش تر از تجرید از تن وز مزاج نیست اے فرعون بے الہام کیج

یعنے ارے فرعون بیوقوف بے الہام بدن اور مزاج سے مجرد ہو جانے سے بہتر تو کوئی چیز ہی نہیں ہے خرقہ سے مراد جسم ظاہری۔ خوب سے مراد حق تعالیٰ۔ عدو نابکار سے مراد فرعون ہے مطلب اوپر کے چاروں شعروں کا یہ ہے کہ ارے فرعون تو ہمارے

اِس جسم ظاہری کو جو روح کے لیئے مثل خرقہ کے ہے پہاڑ دے اور ہلاک کردے ہمیں اسکی خاک
پرواہ نہیں ہے۔ اسلئے کہ اسکا سینے والا موجود ہے وہ اسکو فوراً سی دیگا اور پہر ایسا ہی
جسم عطا فرمادے گا اور اگر نہ بہی عطا فرمادے تو کیا ہے ہماری روح بہتر ہی اچھی ہے
اسلئے کہ یہ جسم تو ایک قسم کا حجاب ہے تو جسقدر حجاب کم ہوں اچھا ہی ہے اگرچہ روح خواہ کتنی
ہی مجرد کیوں نہو جاوے مگر وصل متعارف ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لیکن پہر بہی بہ نسبت
اِس جسم کے وجود کے تجرد کے وقت زیادہ وصل ہوگا۔ تو اگر یہ جسم نہ رہے گا تو ہمارا
مقصود یعنی وصال حق اور اچھی طرح حاصل ہوگا۔ پہر ہمکو اِس جسم کے ضائع ہوجانے اور جاتے
رہنے سے کیا غم ہو۔ ہمیں اسکی پوری حقیقت معلوم ہوگئی ہے یہ بھی اون کے اقوال کی دا یت
بالمعنی ہے آگے ایک خچر اور اونٹ کی حکایت لاتے ہیں کہ خچر نے اونٹ سے پوچھا کہ
میرے تو چلنے میں بہت ٹھوکر لگتی ہے اور تیرے نہیں لگتی اسکی کیا وجہ ہے تو اُسنے
کہا کہ بات یہ ہے کہ میں راستہ کو دور تک دیکھ لیتا ہوں اس لیے دیکھ بہال کر چلتا ہوں
اور تجھے دور تک دکھائی نہیں دیتا اسلئے گر جاتا ہے۔ تو مولانا اسپر لاتے ہیں کہ دیکھو کہ
جو اِس راہ کی حقیقت سے واقف ہے وہ کبھی خطا نہیں کہاتا بلکہ بالکل بے فکری سے
چلا جاتا ہے اور جو اسکی حقیقت سے واقف نہیں ہے وہ ٹہوکریں کہاتا ہے تو چونکہ
یہ ساحران فرعون حقیقت اِس دنیا کی دیکھ چکے تہے اِس لیے بالکل بے فکر تہے اور خوب
مضبوط تہے اور وہ جانتے تہے کہ اگر یہ قتل کردے گا تو کیا ہے ہم کو حق تعالے
کی طرف جذب ہوجائے گا جیساکہ اون کے قول انا الی ربنا لمنقلبون سے معلوم ہوتا ہے
اب حکایت سنو فرماتے ہیں کہ

درفراز و شیب و در راہ عمیق	گفت اشتر با شتر کاے خوش رفیق

تو نیائی در سر و خوش میروی	من همی آیم بسر در چون غوی
من همی اُفتم برو در هر دمی	خواه در خشکی و خواه اندر نمی
این سبب را باز گو با من ز چیست	تا بدانم من که چون بایست زیست
گفت از چشم تو چشم من یقین	بیگمان روشن تر است و دوربین
بعد از ان هم از بلندی ناظرم	زین سبب در رو نیفتم حاضرم
خوش بر آیم بر سرِ کوهِ بلند	آخرِ عقبه ببینم هوشمند
پس همه پستی و بالائے راه	دیده ام را وا نماید هم اله
هر قدم من از سرِ بینش نهم	از عثار و او فتادن وارهم
تو ببینی پیش خود یک دو سه گام	دانه بینی و نه بینی رنج دام
یستوی الاعمیٰ لدیکم والبصیر	فی المقام والنزول والمسیر

۱۰۲

ایک خچر نے اونٹ سے کہا کہ دوست یہ کیا بات ہے کہ اونچے نیچے اور گہرے رستہ میں تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور میں گر جاتا ہوں۔ میں خشکی میں بھی اور تری میں بھی بسا اوقات گر جاتا ہوں اس کا سبب مجھے اب تک نہیں معلوم ہوا تو مجھے بتلا کہ کیا

بات ہے تاکہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ بلا گرے پڑے کیونکر زندگی بسر کرنا چاہیے۔ اونسے
کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میری آنکھ بہ نسبت تمہاری آنکھ کے یقیناً اور بلاشبہ زیادہ روشن ہے
اور دور بین ہے اِس کے علاوہ یہ بات ہے کہ میرا سر تمہارے سر کی بہ نسبت اونچا ہے اس لئے
میں اونچے سے دیکھتا ہوں اور جو اونچے سے دیکھتا ہے اوسکو دور تک کی چیزیں نظر آتی ہیں
پس میں گرانے والی چیزوں کے سامنے موجود ہوتا ہوں اور اونسے غائب نہیں ہوتا یعنی وہ میری
نظر میں ہوتی ہیں لہذا میں گرتا بھی نہیں۔ میں پہاڑ پر مزے سے چڑھ جاتا ہوں اور آخری گھاٹی
کو نہایت ہوشیاری سے دیکھتا ہوتا ہوں اِس لئے نہیں گرتا خلاصہ یہ ہے کہ رستہ کی
ہمواری اور ناہمواری حق سبحانہ میرے پیش نظر رکھتے ہیں اور میں ہر قدم دیکھ کر رکھتا ہوں لہذا
ٹھوکر اور گرنے پڑنے سے بچا رہتا ہوں۔ برخلاف میرے تمہاری یہ حالت ہے کہ تم بہت ہی
کوتاہ بیں ہو۔ اور ایک دو تین قدم سے زیادہ تمہاری نظر نہیں پہونچتی۔ اِس لئے تم رستہ
تو دیکھ لیتے ہو مگر اوس کے خطرات تک تمہاری نظر نہیں پہونچتی اس لیے تمہاری مثال ایسی ہوتی
ہے جیسے وہ جانور جو دانہ تو دیکھے اور مضرت دام اوسکو محسوس نہو۔ جب تمہاری یہ حالت ہے
تو بھلا میں اور تم کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تمہارے نزدیک اندھے اور دیکھنے والے۔ چڑھنے
اور اترنے اور چلنے وغیرہ احوال سفر میں برابر ہو سکتے ہیں جبکہ ایسا نہیں تو تم میری مساوات کی
ہوس خام کیوں رکھتے ہو۔ اب سمجھو کہ جو حالت اونٹ اور خچر کی ہے وہی اہل اللہ اور غیر اہل اللہ
کی ہے اہل اللہ چونکہ اشیاء کو علی ماہی علیہ دیکھتے ہیں اِس لئے وہ حقیقی مضرتوں سے عام طور پر
محفوظ رہتے ہیں اور غیر اہل اللہ چونکہ ان سے واقف نہیں ہوتے اِس لیے انہیں مبتلا ہو جاتے
ہیں مولانا اِس مضمون کو استطراداً اور اتمام فائدہ کے لیے بیان کر کے پھر مضمون سابق کیطرف
عود کرتے ہیں اور اِس استبعاد کو دفع کرنا چاہتے ہیں جو ساحروں کے منجذب بحق سبحانہ
ہونے یا تفرق جسم کے بعد اوس کے متصل کرنے پر ہو سکتا ہے اور اسی کے ضمن میں حشر اجساد
کے غیر مستبعد ہونے پر بھی تنبیہ فرما دیں گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ استبعاد حشر اجساد ہی
کا دفع کرنا مد نظر ہو اور جس طرح کہ مضمون ماسبق استطرادی اور متعلق با بیات کو ررا الخ تھا یہ بھی
استطرادی اور مرتبط بہ بیت خرقہ مارا بدر الخ ہو

۱۰۳

گفت استر با شتر اے خوش رفیق　　در فراز و شیب و در راہ دقیق　　۱۰۴

یعنی ایک خچر نے اونٹ سے کہا کہ اے اچھے دوست نشیب و فراز میں اور پتلے رستہ میں

تو نیائی در سر و خوش میروی　　من ہمی آیم بسر در چون غوی

یعنی تو تو سر کے بل نہیں گرتا اور اچھی طرح چلا جاتا ہے اور میں گمراہوں کی طرح سر کے بل گر جاتا ہوں۔

من ہمی افتم برو در ہر دمے　　خواہ در خشکی و خواہ اندر نمے

یعنی میں تو ہر دم منہ کے بل گرتا ہوں خواہ خشکی میں ہوں یا کہ تری میں ہوں۔

این سبب را باز گو با من کہ چیست　　تا بدانم من کہ چون باید زیست

یعنی اس سبب کو مجھ سے کہہ کہ کس وجہ سے ہے تاکہ میں جان لوں کہ کس طرح زندگی بسر کرنا چاہیئے۔

(باقی آئندہ)

احدى الحكم لا علة ينتفي الحكم
بانتفائها

حديث الاسلام يعلو
ولا يعلى للدارقطني في النكاح
من سننه والروياني في
مسنده ومن طريقه ايضا
في المختارة كلاهما من جهة
شباب بن خياط الصفرى
ثنا حشرج بن عبد الله بن
حشرج حدثني ابي عن
جدي عن عائذ بن عمرو
المزني رفعه بهذا ورواه الطبراني
في الاوسط والبيهقي في
الدلائل عن عمر واسلم بن
سهل في تاريخ واسط عن
معاذ كلاهما به مرفوعا
وعلقه البخاري في صحيحه

ف اعتقاد الحديث كانه
حال لازمة للقوم فانهم
لا يبالون بمخالفة احد
بعد ثباتهم على الحق وهو

ایک حکمت ہے علت نہیں (جسکے ساتھ معلول
نفیاً واثباتاً دائر ہو اور) جسکے انتفاع سے
حکم (معلول) منتفی ہو جاوے۔

حدیث اسلام غالب رہتا ہے مغلوب
نہیں ہوتا روایت کیا اسکو دارقطنی نے اپنی سنن
کے کتاب النکاح میں اور رویانی نے اپنی مسند
میں اور رویانی کے طریق سے ضیاء نے مختارہ
میں اور ان دونوں نے شباب بن خیاط
صفری کی جہت سے وہ کہتے ہیں کہ ہم سے حشرج
بن عبد اللہ بن حشرج نے حدیث کی وہ کہتے
ہیں کہ مجھسے میرے باپ نے حدیث کی میرے
دادا سے اونہوں نے عائذ بن عمرو مزنی سے
اونہوں نے اس لفظ سے مرفوع کیا اور طبرانی
نے اسکو اوسط میں اور بیہقی نے دلائل میں
عمرؓ سے اور اسلم بن سہل نے تاریخ واسط
میں معاذؓ سے دونوں نے اس لفظ سے اسکو
مرفوع کیا ہے اور بخاری نے اپنی صحیح میں
اوسکو تعلیقاً وارد کیا ہے **ف** اس حدیث
کا اعتقاد صوفیہ کے لیے مثل حال لازم کے
ہے کیونکہ وہ حضرات بعد ثبات علی الحق کے
کسیکی مخالفت کی پروا نہیں کرتے اور ان میں

٦٩

مشاهد منهم۔

حدیث اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل الترمذی فی جامعه من حدیث عاصم بن بهدلة عن مصعب ابن سعد عن ابیه قال قلت یا رسول الله ای الناس اشد بلاء قال الانبیاء ثم الامثل فالامثل الحدیث وکذا هو عند النسائی فی الکبری وعند ابن ماجه فی الفتن من سننه والدارمی فی الرقاق من مسنده واخرجه احمد ابن حنبل وابن منیع و ابو یعلی وابن ابی عمر فی مسانیدهم کلهم من حدیث عاصم وقال الترمذی انه حسن صحیح وصححه ابن حبان والحاکم واخرجه ایضا من حدیث العلاء ابن المسیب

۷۰

اس کا مشاہدہ کیا جاتا ہے۔

حدیث سب سے زیادہ ابتلار والے انبیا ہوتے ہیں پھر (اون کے بعد) جو افضل ہو پھر (اوس کے بعد) جو افضل ہو روایت کیا اسکو ترمذی نے اپنی جامع میں عاصم بن بہدلہ کی حدیث سے اونھوں نے مصعب بن سعد کی حدیث سے اونہوں نے اپنے باپ سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ سب آدمیوں سے زیادہ ابتلار والے کون ہیں آپنے فرمایا انبیا پھر (اون کے بعد) جو افضل ہو پھر (اوس کے بعد) جو افضل ہو الحدیث اسی طرح سے یہہ حدیث نسائی کے یہاں ہے کبریٰ میں اور ابن ماجہ کے یہاں اون کی سنن کے کتاب الفتن میں اور مسند دارمی کے رقاق میں اور روایت کیا اسکو احمد بن حنبل نے اور ابن منیع نے اور ابن ابی عمر نے اپنی مسندوں میں ان سب نے عاصم کی حدیث سے اور ترمذی نے اسکو حسن صحیح کہا ہے اور ابن حبان اور حاکم نے اسکو صحیح کہا ہے اور نیز حاکم نے اسکو علا ابن مسیب کی حدیث سے روایت

عن مصعب وللطبرانی من
حدیث فاطمة رفعا اشد الناس
بلاء الانبیاء ثم الصالحون
الحدیث ف دل علی ان
الابتلاء لیس من علامات
الطرد کما زعمہ بعض الجہلاء
بل ہو من علاماتا القبول فی
الاغلب وان لم یکن لازما
وہو عام للبلاء الجسمانی
کالمرض والفقر والبلاء
النفسانی من الغم والہم دنیویا
کان او اخرویا وقل
من یخلو عنہ من اہل اللہ
وان امکن الخلو لغلبة
الشوق او الرجاء مع
صحة البدن وسعة المال

الحدیث اطلبوا الخیر عند حسان الوجوہ
فی التمسوا وقال فی اللآلی حدیث التمسوا
الخیر عند حسان الوجوہ وقال صاحب
المقاصد بعد رفع الحدیث والحکم بضعف
الاسانید ما نصہ ومع ہذا لا یتہیأ الحکم

کیا ہے اور اونہوں نے مصعب سے اور طبرانی
کے نزدیک فاطمہ کی حدیث سے جسکو مرفوع
کیا ہے یہ لفظ ہیں کہ سب سے زیادہ ابتلاء والے
انبیاء ہیں۔ پھر صالحین الحدیث ف حدیث
اس پر دال ہے کہ کسی مصیبت میں مبتلا ہونا یہ مطرودیت
کی علامات سے نہیں جیسا بعض جہلاء خیال کرتے
ہیں بلکہ اغلب حالات میں علامات قبول سے
ہے گو (قبول کے لیے) لازم نہیں اور یہ بلاء عام
ہے (ہر بلاکو یعنی) بلاء جسمانی کو بھی جیسے مرض
اور فقر اور بلاء نفسانی کو بھی جیسے غم اور فکر خواہ
دنیوی ہو یا اخروی ہو اور اہل اللہ میں سے
ایسے بہت کم ہیں جو کسی نہ کسی بلاء سے خالی
ہوں اگرچہ خالی ہونا ممکن ہے اس طرح سے
کہ کسی پر شوق غالب ہو یا رجا غالب ہو (اسکو
کوئی غم اور فکر نہو) اور ساتھ ہی صحت بدنی
اور وسعت مالیہ بھی ہو (اسلئے جسمانی بلا بھی نہو)

حدیث خیر (و حاجت روائی) کو خوبرو
لوگوں کے پاس تلاش کرو صاحب مقاصد حسنہ
نے اس حدیث کا مرفوع اور ضعیف الاسانید
ہونا ذکر کرکے کہا ہے کہ باوجود ضعف کے
اس متن پر موضوع ہونے کا حکم درست نہیں

۱۷

على المتن بالوضع كما اشار
اليه شيخنا ثم اورد صاحب
المقاصد اشعار السلف
فى ذلك **ف** قلت ولا يضر
الضعف فى امثال هذا و
الحديث ان حملته على حسن
الخلق بفتح الخاء وسكون اللام
فهو على الاصل والاغلب
لما تقرر فى علم الفراسة ان
الحسن الظاهرى دلالة على

۷۳

الحسن الباطنى وكذا القبح و
يمكن التخلف لعارض اواحيانا
ومن ثم لا يجوز الجزم باحكام
هذا العلم عليه حمل السعدى
فى مثنويه بقوله ؎

گنہ عفو کرد آل یعقوب را + کہ معنی بود صورت خوب را

فهذا الحديث اصل لما تمسك به السعدى فلا نظن
بالصوفية تمسكهم بالموضوعات و ان حملته
بالخلق بضم الخاء واللام بمعنى طلاقة الوجه
فهو حكم كلى وعليه حمل ابن عباس رض كما فى المقاصد

(باقى آينده)

ہوسکتا جیسا ہمارے شیخ نے بھی یہی فرمایا ہے پھر صاحب
مقاصد نے اس باب میں سلف کے اشعار ذکر
کئے ہیں **ف** میں کہتا ہوں کہ ایسے مضامین
میں ضعف (دلیل کا) مضر نہیں اور اس حدیث
کو اگر خوبصورتی پر محمول کرو تو یہ حکم باعتبار اصل کے
غالب احوال کے ہے جیسا کہ علم فراست میں مقرر
ہو چکا ہے کہ ظاہری حسن علامت ہے باطنی
حسن کی اور اسی طرح ظاہری زشت روئی علامت
ہے باطنی زشتی کی اور اس کے خلاف بھی
کسی عارض سے یا احیاناً ہونا ممکن ہے اور
اسی وجہ سے اس علم کے احکام کا جزم جائز نہیں
اور شیخ سعدی نے اپنی بوستان کے اس شعر میں
اسی پر محمول کیا ہے ؎ گنہ عفو کرد آل یعقوب را +
کہ معنی بود صورت خوب را + سو اس حدیث میں اصل ہے
سعدیؒ کے تمسک کی پس صوفیہ پر تمسک بالموضوعات کا گمان
نہ کیا جاوے اور اگر اسکو خوشخوئی پر یعنی شگفتہ روئی پر محمول کرو
(یعنی ایسے شخص کے پاس حاجت لیجاؤ جو حاجت سنکر
خندہ پیشانی سے پیش آوے) تو یہ حکم کلی ہے۔ اور
حضرت ابن عباسؓ نے اسی پر محمول کیا ہے
جیسا مقاصد میں نقل کیا ہے۔

(باقی آیندہ)

...سول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی پریشان پر ملامت نہیں کی حضرت حنظلہؓ جب رسول اللہ
...لے اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت پریشان خاطر حاضر ہوئے آپ نے دریافت فرمایا کہ
...ا حال ہے تمہارا اے حنظلہؓ حضرت حنظلہؓ کہتے ہیں یا رسول اللہ میں منافق ہوگیا آپنے
...رمایا کیا بات ہے بیان کرو۔ آپنے عرض کیا کہ یارسول اللہ جو قلب کی حالت آپ کی
...ضور میں ہوتی ہے وہ غائبانہ نہیں رہتی اور طرح طرح کے خیالات دلمیں آتے ہیں حضور نے
...رمایا یا حنظلہؓ ساعتہ فساعتہ الی آخر الحدیث۔ دیکھئے وہ اپنے آپ کو حضور کے سامنے
...افق کہہ رہے ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کے ساتھ کیا برتاؤ کیا
...ج لوگ مجھے یہ مشورہ دیتے ہیں کہ ایسے لوگوں پر سختی کیوں نہیں کرتے بالخصوص مصلحین پر
...و نہایت ہی افسوس ہے۔ کہ ان لوگوں کو فن سے بالکل ہی مناسبت نہیں اسکی تو وہی
...ثل ہوئی کہ مرتے کو ماریں زندہ شاہ مدار اجامع کہتا ہے۔ کہ جو آپ ہی مر رہا ہو اوسکو
...ر مارا تو کیا مارا۔

دیکھئے فقہاء صاف لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر بھی کبائر کا مرتکب ہو جاوے
...ور ہوش و اختیار میں بھی ہو۔ مگر جب تک وہ اوسکو گناہ سمجھے گا کافر نہ ہوگا۔ اور نہ کسیکو
...ا فر کہنے کی مجال ہے۔ اور نہ اوسکی بیوی اوس کے نکاح سے علیحدہ ہوگی۔ آفریں ہے لوگوں پر
...ہ ایک شخص خواب میں یا بے اختیاری میں اگر کوئی بات دیکھے یا زبان سے کہے اوسپر
...فر کا فتوے جاری کرتے ہیں اور ہمیشہ خود خواب میں احتلام میں مبتلا ہوتے ہیں
...ور اپنے کو زانی نہیں کہتے۔ اور باوجود غسل و طہارت کے سب مسئلہ جاری کرتے ہیں

حضرت نے فرمایا کہ میرے استاد سے ایک طالب علم مولوی منظہر نامی نے بیان کیا
...تھا وہ میرے ساتھ حجرہ میں شریک تھے انہوں نے مولنا سے رامپور کا ایک قصہ
...یان کیا کہ وہاں ایک شخص پر ایک حال طاری ہوا وہ اپنے کو ملحد اور زندیق سمجھتے
...تھے اور خود صاحب سلسلہ بھی تھے مگر بیچارے فن نہیں جانتے تھے اسلئے وارد کی
...حقیقت سے مطلع نہیں ہوئے مولوی صاحب اوسوقت زندہ تھے یہ صاحب
...ون کے پاس گئے مولوی صاحب مثنوی شریف پڑھا رہے تھے اون صاحب حال سے

۶۵

دریافت کیا کہ تم کون ہو اون صاحب نے کہا کہ میں شیطان ہوں مولنا نے فرمایا کہ اگر شیطان
ہو تو لاحول و لاقوۃ الا باللہ وہ سیدھے اوٹھے ہوئے قیام گاہ کو چلے گئے اور سمجھ گئے کہ
واقعی میں ایسا ہی ہوں تو پہر اپنے وجود ناپاک سے دنیا کو پاک کر دینا چاہیئے اپنی ایک
مرید سے کہا کہ میں اپنا گلا کاٹوں گا اگر کچھ باقی رہ جائے تو پہر تم صاف کر دینا اوس بھلے
آدمی نے بھی وعدہ کر لیا۔ چنانچہ انہوں نے حجرہ میں جاکر اپنی گردن کاٹ لی جب وہ مر چکے
تو مرید نے کسی ترکیب سے کیواڑ کہولکر اندر دیکھا تو کام تمام ہو چکا تھا۔ کچھ حصہ کھال کا باقی تھا
اوس نے اوسکو بھی صاف کر دیا اس حالت میں اوسکو پولیس نے گرفتار کر لیا۔ نواب صاحب
کے یہاں مقدمہ پیش ہوا اوسنے سارا واقعہ بیان کیا چونکہ اوسمیں مولنا صاحب کا بھی نام تھا
اسلیئے اونکو بھی بلایا اون سے دریافت کیا تو اونہوں نے کہا بے شک یہہ واقعہ سچا ہے
وہ میرے پاس گئے تھے اور یہہ کہا تھا میرے نزدیک یہہ شخص یعنے مرید سچا معلوم ہوتا ہے
اسپر نواب صاحب نے اونکو چھوڑ دیا اسپر مولنا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اون کو یہہ جواب
دینا چاہیئے تھا کہ کیا حرج ہے شیطان بھی تو اونہیں کا ہے تعلق ثواب بھی باقی رہا اس
اونکی فوراً تسلی ہو جاتی اور اسپر حضرت والا نے فرمایا کہ خود مجھے صدہا احوال ایسے پیش آئے
ہیں مگر اسکو تو میں ہی جانتا ہوں یا وہ جانتا ہے جسپر گذرتی ہے لوگ کیا جانیں اور یہہ بھی
فرمایا کہ خواب میں کبھی صورت مقصود ہوتی ہے اور کبھی معنے مقصود ہوتے ہیں امام اعظم
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ خواب دیکھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیاں قبر
سے اوکھاڑ رہا ہوں۔ حضرت ابن سیرینؒ سے اسکی تعبیر دریافت کی فرمایا کہ یہہ شخص
وارث نبوت ہوگا۔ یہہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم ظاہر کرے گا
اس سے تفتیش دین مراد ہے۔ اور فرمایا کہ اولیاء اللہ کی ہزاروں خوابیں ہیں۔
ایک شخص مولنا شاہ عبد العزیز صاحبؒ کے پاس روتے ہوئے آئے حضرت نے
فرمایا کیا بات ہے۔ اوس نے کہا میں نے ایسا خواب دیکھا ہے کہ مجھے اندیشہ ہے
کہ میرا ایمان نہ جاتا رہے۔ حضرت نے فرمایا کہ بیان تو کرو اون صاحب نے کہا میں نے
دیکھا ہے کہ قرآن مجید پر پیشاب کر رہا ہوں۔ حضرت نے فرمایا یہہ تو بہت اچھا خواب ہے

۶۶

تمہارے لڑکا پیدا ہوگا۔ اور حافظ ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اون صاحب کی تسلی ہوگئی جامع کہتا ہے اسپر کوئی صاحب اون کے ارتداد کا فتوے نہیں لگاتے نہ حضرت نہ حضرت شاہ صاحب کو کسیکی مجال ہے کہ یوں کہیں کہ تنبیہ نہیں کی خیر۔

تمکو آتا ہے پیار پر غصہ ہم کو غصہ پہ پیار آتا ہے

(۱۳۴) فرمایا جب حضور نے مدینہ طیبہ کو ہجرت کی ہے تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رض آپ کے ہمراہ ہوئے ہیں جب مدینہ پہونچے تو بغرض زیارت انصار جوق جوق آنا شروع ہوئے اور حضرت ابو بکر صدیق رض سے مصافحہ کرنا شروع کیا چونکہ آپ کی عمر زیادہ معلوم ہوتی تھی اس لیے وہ لوگ یہ سمجھے کہ حضور یہی ہیں حضرت صدیق رض برابر مصافحہ کرتے رہے اور انکار نہیں کیا کیونکہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے تھکے ہوئے تھے آپنے حضور کو تکلیف سے بچایا۔ جب حضور پر دہوپ آئی اور حضرت صدیق رض نے حضور پر اپنی چادر سے سایہ کیا تب لوگ سمجھے کہ حضور یہہ ہیں۔ حضرت یہہ ہے خدمت کا طریقہ یہہ باتیں ہیں جن سے صحابہ کے علوم اور حضور کے ساتھہ خلوص معلوم ہوتا ہے آجکل لوگوں نے صرف جوتہ اوٹھا کر رکھدینے کا نام محبت رکھا ہے چاہے اوس سے تکلیف ہی پہونچے مگر اپنا دل راضی ہو جاوے

(۱۳۵) فرمایا کہ اگر کسی مرید میں کوئی بات خلاف شرع ہو اور شیخ اوسکی اصلاح نکرے تو میرے نزدیک وہ شیخ خائن ہے اور شیخ بنانے کے لائق نہیں جب سائلونکو شفا نہیں ہوتی تو کیوں اون کا راستہ کھوٹا کرے اِن لوگوں سے کوئی پوچھے تم کس مرض کی دوا ہو جب دوا ہی نہیں کرتے تو لوگونکو کیوں گمراہ کرتے ہو۔ وہ بے چارے تم کو امین جانکر تمہارے پاس آتے ہیں تم اون کے ساتھہ بد دیانتی کرتے ہو۔ کیا لوگوں نے امانت صرف اسی کا نام رکھہ چھوڑا ہے کہ کسیکا روپیہ پاس رکھہ کر واپس کر دیا۔ حالانکہ طالبین اور ذاکرین اپنے کو ہمارے سپرد کر دیتے ہیں۔ اگر ہم اونکی تربیت میں کسی قسم کی کوتاہی کریں گے تو کیا ہم خائن نہوں گے۔ جب اون لوگوں نے اپنا دین و ایمان تمہارے سپرد کر دیا پہر کیوں ان کی اصلاح نہیں کرتے۔ اور یہہ بہی فرمایا جو شخص ایمان میں خیانت

کررہا ہے وہ اور کونسی بات نہیں کرسکتا۔ اور اوس کا کیا اعتبار ہے جسکو ایمان کی پرواہ نہو وہ مال میں کیا وفا کرے گا۔ چنانچہ آجکل کے پیروں نے بہت سوں کے ایمان خراب کررکھے ہیں۔ عام لوگوں کی کیا شکایت بلکہ بہت پرانے پرانے پیر ہیں۔ جنکو سب جانتے ہیں کہ یہ پیر ہیں مگر خلاف شرع ہیں اور کوئی پرسان حال نہیں کہ یہ کیا کررہے ہیں۔ (جامع کہتا ہے کہ ہمنے بھی ایک پیر کو سُنا ہے کہ بخشی الاولیار کہلاتے ہیں اور حالت یہ ہے کہ شراب تک نہیں چھوڑتے۔ چنانچہ ایک جگہ ایک بہت بڑے شخص ہیں مگر وہ دنیادار ہیں وہ بھی مے خوری کے مرض میں مبتلا ہیں اون کے یہاں جاکرمے نوشی ہوتی ہے اور صرف اس غرض سے اون کے ہمراز بنے ہیں کہ لوگوں کو بہکاکر ان حضرات کا شکار کراتے ہیں۔

(۱۳۶) فرمایا دیوبند کے بعض لوگوں کا یہ خیال ہوا تھا کہ جب سے مدرسہ ہوا ہے ہم لوگوں پر غربت آگئی۔ حضرت مولٰنا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ بات نہیں کہ مدرسہ تمہاری غربت کا سبب ہے بلکہ بات یہ ہے کہ پہلے تم لوگ خدا کے احکام کو نہیں جانتے تھے تو جرم میں بھی تخفیف ہوتی تھی۔ اب چونکہ تم مدرسہ کی وجہ سے احکام خداوندی کو جان گئے ہو اور جان جان کر عمل نہیں کرتے اس لیئے تمپر خدا کا غصہ ہے۔ اگر عمل کروگے پھر خوشحال ہو جاؤگے اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس سے تو علم کا نہ پڑھنا ہی اچھا ہے تو جاہل رہنا خود ایک جرم ہے۔ دیکھو اگر کسی شخص کو کھانا کھاکر ہیضہ ہو جائے تو اوس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کھانا کھانا ہی چھوڑدو۔

(۱۳۷) فرمایا تھانہ بھون میں ایک خانصاحب حضرت حاجی صاحب کے پاس ہر روز دوپہر کے وقت آبیٹھتے حضرت حاجی صاحب بہت ہی خلیق تھے سخت تکلیف ہوتی تھی مگر سب گوارا کرتے تھے آنکھوں میں نیند بھری ہوئی ہے اور بیٹھے ہیں جب اسی طرح کئی دن ہوگئے تو حضرت حافظ ضامن صاحب نے فرمایا۔ کہ خانصاحب کہ آپ تو رات کو جورو کی بغل میں لیٹ کر سوتے ہو اور اب تک اپنے کام کاج کرتے رہتے ہو اور جب سب کاموں سے فارغ ہو جاتے ہو تو بزرگوں کو پریشان کرنے آجاتے ہو

(باقی آئندہ)

ح) آریہ - کسی طریقہ کا اختیار کرنا موقوف ہوا کرتا ہے اوس کے صحیح سمجھنے پر تو صرف نیکی کی تعلیم کیسے کیجا سکتی ہے جب تک کہ اوس تعلیم کو صحیح نہ تسلیم کرا لیا جاوے ہم وید کے صحیح ہونے کو تسلیم کراتے ہیں اوس کے بعد نیکی کی تعلیم کرتے ہیں - اور اگر کوئی وید کو غلط سمجہتا رہے تو وہ اسکی نیکی کی تعلیم کو کیوں اختیار کریگا۔

ہم - کیا وہ بلا وید کو صحیح تسلیم کیئے ہوئے شدہی نہیں ہو سکتی۔

آریہ - ظاہر ہے۔

ہم - اِس کا خلاصہ سوائے اِس کے کیا ہوا کہ آریہ مذہب میں آنا موقوف ہے وید کے ماننے پر۔ بلفظ دیگر صرف خدا کو ماننے سے آریہ مذہب نہیں حاصل ہوتا دوسری کسی چیز کے ماننے کی بہی ضرورت ہے یہہ وہی اعتراض ہے جو آپ نے ہمارے اوپر کیا تہا اب اس کا جواب آپ کے ذمہ ہے ؎

پاؤں میں اُن کے زلف گرہ گیر پھنس گئی لو خود ہی اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

اگر یہہ شرک ہے تو آپ کے مذہب میں بہی موجود ہے اور اگر یہہ شرک نہیں ہے تو پہر کیا اعتراض - آپ کے یہاں خدا کے ساتہہ وید کا ماننا ضروری ہے - ہمارے یہاں رسول کا ماننا ضروری ہے - اگر اسپر کوئی اعتراض ہے تو آپ کے اوپر بہی ہے اور نہیں ہے تو ہمارے اوپر بہی نہیں - فما ہو جوابکم فہو جوابنا۔

(۸۱)

اسپر ایک مسلمان کا سوال - اِس تقریر سے آریہ کا جواب تو ایسا ہو گیا کہ اب مجال دم زدن نہیں رہی لیکن دل میں یہہ کھٹک باقی ہے کہ اون پر بہی الزام شرک عائد ہی مگر ہم بہی اس سے بری نہیں ہوئے - کیونکہ خدائے تعالیٰ کے ساتہہ جبکہ دوسری چیز کا (رسول کا یا رسالت کا) ماننا بہی ضروری ہے اور صرف لا الٰہ الا اللہ کہنے سے اسلام صحیح نہیں ہوتا تو نعوذ باللہ خدا کی برابر رسول بہی ہوا اور یہی شرک ہی جسکی اسلام میں قطعاً نفی کیجاتی ہے

ھم - آپنے غور نہیں کیا اِس مغالطہ کا حل تو شروع تقریر ہی میں موجود تہا - میں نے کہا تہا کہ ماننے کے کیا معنے ہیں اگر ماننے کے معنے خدائے تعالیٰ کے نام کے متصل دوسرا لفظ آ جانا ہیں تو لا الٰہ الا اللہ ہی میں اللہ کے ساتہہ لفظ لا اور الٰہ اور الا موجود ہیں اسی پر اعتراض

(۷) کرنا چاہیئے نہ ہانیز بسا اوقات بلکہ ہر وقت اللہ کے نام مبارک کے ساتھ دوسرے الفاظ ملا کر بولے جاتے ہیں دن بھر میں سیکڑوں دفعہ ایسا ہوتا ہے تو کلمہ میں نہیں بول چال میں اٹھتے بیٹھتے ہر وقت شرک لازم آتا ہے۔ پھر کون شخص مدعی توحید کا ہو سکتا ہے۔ یہ تو محض جہالت ہے۔ لامحالہ ماننی کے معنے کچھ اور ہی کہنے پڑیں گے وہ یہ ہیں کہ نعوذ باللہ خدائے تعالےٰ کی برابر کسیکو ذات میں یا کسی صفت میں مانا جاوے یعنی اعتقاد کیا جاوے یہ بات آریہ مذہب میں ہے کہ روح اور مادہ کو قدم میں نعوذ باللہ خدائے تعالیٰ کے برابر مانتے ہیں۔ ہمارے کلمہ شہادت میں توجس تاکید اور توضیح اور تصریح کے ساتھ ذات پاک حق تعالیٰ کے لیئے وحدانیت کا اقرار کیا گیا ہے۔ اشھد ان لا الہ الا اللہ سے ظاہر ہے اور وحدہٗ لاشریک لہ مزید براں ہے اور کلمۂ مذکورہ کے جزو دوم میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات کے لیے عدم مساوات ذات باری تعالیٰ کے ساتھ صاف صاف ظاہر کی گئی ہے اِس کے لئے لفظ رسولہ کافی تھا کیونکہ رسول اور مرسل (بھیجنے والا) برابر نہیں ہوا کرتے کیونکہ مرسل اپنے اختیار سے بھیجنے والا ہوتا ہے۔ اور رسول اوس کا تابع اور غیر مختار ہوتا ہے بلفظ دیگر مرسل حاکم۔ اور رسول محکوم ہوتا ہے۔ پھر حاکم اور محکوم میں مساوات کیا معنے۔ مگر لفظ رسولہ پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اوس سے زیادہ صریح لفظ عبدہٗ اور بڑھایا گیا جس کے بعد کسی قسم کا ایہام بلکہ ایہام کا ایہام بھی مساوات کا نہیں رہتا کیونکہ عبد وہ ہے جو من کل الوجوہ مفتقر اور محتاج ہو اور الٰہ وہ ہے جو من کل الوجوہ مستغنی اور غیر محتاج ہو تو حاصل یہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ذات خداوندی سے نسبت یہ ہے کہ ذات خداوندی من کل الوجوہ محتاج الیہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم من کل الوجوہ اوسکی طرف محتاج ہیں۔ من کل الوجوہ محتاج الیہ اور من کل الوجوہ محتاج میں مساوات کیا معنے اور مزید براں یہ ہے کہ لفظ رسولہ سے عبدہٗ کو مقدم رکھا گیا تاکہ نام مبارک کے ساتھ ہی ساتھ معلوم ہو جاوے کہ سب سے پہلا وصف جو اسلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تجویز کیا ہے وہ عبودیت ہے جو الوہیت کے بالکل متقابل اور متضاد ہے۔ اور دوسرے مرتبہ میں وصف رسالت ہے اور جب پہلے عبودیت مان لی گئی تو ثابت ہو گیا کہ اب جو بات بھی حضور کے لیے ثابت ہو گی وہ عبودیت کیساتھ

۱۸۲

(یعنی بلا اختیار خود اور با اختیار و تصرف غیر یعنی با ختیار و تصرف ذات اکرم جل و علا شانہ ہوگی
جملہ ان اوصاف کے وصف رسالت بھی ہے کہ یہہ بھی حضور میں کمال ذاتی نہیں بلکہ باعطاء
الٰہی ہے۔ تو ان کلمات سے اور ان کی ترتیب سے بابلغ الوجوہ ثابت ہوگیا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کو نہ مساوات ذاتی ہے حق تعالی کی ذات پاک کے ساتھہ نہ مساوات صفاتی۔ تو
شرک کی جڑ بھی باقی نہیں رہی۔ میری سمجھہ میں نہیں آتا کہ اب کیا گنجایش کسی قسم کے ایہام
کی باقی ہے۔

وہ مسلمان۔ اِس تقریر سے تمام شبہات تو رفع ہو جاتے ہیں لیکن یہہ بات دل میں
کھٹکتی ہے کہ اگر لا الہ الا اللہ کے ساتھہ محمد رسول اللہ نہوتا تو کیا حرج تھا تاکہ کسی مخالف کو شبہہ
بدلیل یا بلا دلیل کی گنجایش ہی نہ رہتی۔

جواب۔ شبہات غیر ناشی عن دلیل کی تو کوئی حد نہیں ہوسکتی اور نہ کوئی ضابطہ ہو سکتا
ہے۔ اسواسطے وہ قابل التفات نہیں۔ اور شبہہ ناشی عن دلیل یہاں کوئی رہا نہیں۔ مخالف
کو ہم جواب الزامی سے ساکت کرسکتے ہیں جیسا کہ اوپر مذکور ہوا کہ جو اعتراض ہمارے اوپر
کیا جاتا ہے وہ ہی تمہارے اوپر بھی پڑتا ہے فما ھو جوابکم فھو جوابنا۔ اور موافق
کے لیے کوئی ایسا شبہہ جو قابل التفات ہے یعنے شبہہ ناشی عن دلیل باقی نہیں۔ تاہم تسکین
خاطر کے لیے ہم کہتے ہیں کہ یہہ کہنا کہ دین صرف خدا کے ماننے کا نام ہے اور اسیکو توحید
کہتے ہیں۔ یہہ جملہ بہت سی شرح کا محتاج ہے خدا کا ماننا فقط یہی نہیں ہے کہ خدا کی ذات
موجود ہے بلکہ ذات کو مع صفات کے ماننا ضروری ہے وہ صفات یہہ ہیں۔ مثلاً کہ وہ
خالق کل ہے اور مالک اور فاعل مختار اور علیم اور قادر مطلق اور جامع تمام صفات کمال
اور قدیم لم یزل ولا یزال ہے نہ کوئی اوس جیسی ذات دوسری موجود ہے نہ کسی ذات میں
اوس جیسی صفات ہوسکتی ہیں۔ اسکو ماننے سے خدا کو ماننا کہا جاسکتا ہے فرمایئے کہ
یہہ سب باتیں ماننا ضروری ہیں یا نہیں اور ان کے ماننے سے توحید مکمل ہوتی ہے یا نعوذ باللہ
شرک لازم آتا ہے۔ جواب سوائے اِس کے نہیں ہوسکتا کہ بیشک سب باتوں کا ماننا ضروری
ہے ورنہ بلا ان کے یہہ کہے جانا کہ ہم خدا کو مانتے ہیں ایسا ہوگا جیسے کوئی تسلیم کرے کہ ہمارا

۱۸۳

(ح) کوئی بادشاہ تو ضرور ہے مگر اوسمیں ارادہ یا قدرت یا حیات کچھہ بھی نہیں ہے تو یہہ تسلیم کرنا تو عدم تسلیم کے مرادف ہی۔ اور خدا کو مع ان صفات کے ماننے سے توحید کی تکمیل ہوتی ہے شرک کا کیا ذکر۔ جب خدا کو مع صفات کے مانا تو ممکن ہے کہ اوس نے کچھہ واقعات ماضیہ کی یا واقعات آیندہ کی خبر دی ہو۔ اور بوجہ مالک ہونے کے اپنے بندوں کے لیے کچھہ احکام تجویز کیے ہوں جن کی تعمیل بندوں پر بحکم بندہ ہونے کے ضروری ہوگی۔ ان سب کی تصدیق و تسلیم ضروری ہوگی۔ اور یہہ تصدیق و تسلیم توحید کے منافی نہوگی بلکہ اوس کی مکمل ہوگی۔

جیسا کہ ظاہر ہے تو خدائے تعالیٰ کو ماننا صحیح معنوں میں اس طرح ہوگا کہ خدائے تعالیٰ کی ذات وحدہ لاشریک اور قدیم علیم مع جملہ صفات کمال کے ہے اور اوسکی دی ہوئی خبریں بھی ماضی و مستقبل کی سب سچی ہیں اور اوس کے احکام سب صحیح اور واجب التعمیل ہیں۔ لیکن احکام بہت ہیں اور خبریں بھی بہت ہیں ان کی تفصیل پر حاوی ہونے کو اگر ہر شخص کے لیے ضروری کہا جاوے تو تکلیف مالا یطاق ہے لہذا اجمال کو کافی سمجھا گیا اس اجمال کے لیے اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ اپنے آپ سے ایک زیادہ جاننے والے کے تابع بنکر یہہ کہدیا جاوے کہ جن خبروں اور احکام کو یہہ شخص خدائی اخبار و احکام کہے اون سب کو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے سہل کوئی طریقہ نہیں کیونکہ نہ سب لوگ پڑھے لکھے ہیں نہ دلیل و حجت کو سب سمجھہ سکتے ہیں۔

ایسے ہی شخص کو جسکو متبوع بنایا جاتا ہے رسول کہتے ہیں۔ تو رسول کو ماننا درحقیقت خدائے تعالیٰ کی ذات و صفات و اخبار و احکام سب کو اجمال کے ساتھہ تسلیم کرنا ہے تو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا حاصل یہہ ہوا کہ ہم خدائے تعالیٰ کی توحید کو اور کل اوسکی باتوں کو جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم بالتفصیل جانتے ہیں تسلیم کرتے ہیں۔ اسمیں نعوذ باللہ شرک وغیرہ کا ایہام کہاں ہے۔ تعجب یہہ ہے کہ مسلمانوں کو یہہ مغالطہ وہ لوگ دیتے ہیں جو بالتصریح مادہ اور روح کو صفت قدم میں حق تعالیٰ کی نعوذ باللہ برابر مانتے ہیں۔

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ شبہات غیر ناشی عن دلیل تو قابل التفات چیز نہیں اور شبہہ ناشی عن دلیل کلمہ طیبہ کے متعلق کوئی رہا نہیں مزید توضیح کے لیے بیان کر دیا گیا کہ ایمان تفصیلی

(۸) تکلیف مالایطاق ہے لہذا ایمان اجمالی کافی ہے اور ایمان اجمالی کے لئے کوئی عنوان بہتر تصدیق بما جاء بہ الرسول سے نہیں ہے۔ یہ حاصل ہے کلمہ کے جزو دوم یعنے محمد رسول اللہ کا (صلی اللہ علیہ وسلم) تو حضور کی رسالت کو ماننا خدائے تعالےٰ کے تمام اخبار و احکام اور جملہ اون چیزوں کو جو ذات و صفات کے متعلق یا مقتضیات ہیں ماننا ہے جن کے بغیر خدا کو ماننا نہ ماننے کی برابر ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا تو جو شخص خدا کو ماننے کا مدعی ہو اوس کے لیے ضروری ہوا کہ رسالت کو بھی مانے جیسا کہ تقریر مذکور سے ثابت ہو چکا۔ تو محمد رسول توحید کا مکمل ہے نہ کہ توحید کے خلاف

ایک اور مغالطہ کا بیان

ایک مغالطہ یہ بھی دیا جاتا ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو اصل ایمان کہا جاتا ہے حالانکہ قرآن میں کہیں اسکو اصل ایمان نہیں کہا گیا بلکہ یہ پورا کلمہ بہیئت کذائی کہیں قرآن میں آیا ہی نہیں۔ ۱۸۵

جواب - یہ غلط ہے کہ قرآن میں اسکو اصل ایمان نہیں کہا گیا ہے۔ دیکھو شروع پارہ لایحب اللہ میں ہے۔ ان الذین یکفرون باللہ و رسلہ و یریدون ان یفرقوا بین اللہ و رسلہ و یقولون نؤمن ببعض و نکفر ببعض و یریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا ۰ اولئک ہم الکفرون حقا ۚ واعتدنا للکفرین عذابا مہینا ۰ والذین امنوا باللہ و رسلہ و لم یفرقوا بین احد منہم اولئک سوف یؤتیہم اجورہم ۖ و کان اللہ غفورا رحیما ۰

ترجمہ - جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کا اور اوس کے پیغمبروں کا اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اوس کے رسولوں کے ساتھ الگ الگ معاملہ کریں (جسکی خود شرح فرمائی) کہتے ہیں کہ ہم (اللہ و رسول دونوں میں سے) بعض پر تو ایمان لاتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں پکے کافر یہی ہیں اور ہم نے کافروں کیلئے

(۶) بہت ذلیل کرنیوالے عذاب تیار کیا ہے۔ اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے
رسولوں پر اور دونوں کے ساتھ الگ الگ معاملہ نہیں کیا (یعنی دونوں پر
ایمان رکھا) اونکو قریب ہے کہ اونکا ثواب دیں گے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

اس سے صاف ثابت ہوا کہ صرف اللہ پر ایمان لانا کافی نہیں بلکہ رسولوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے اور اس سے تمام قرآن بھرا ہوا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی رسول ہیں حتے کہ تصریحاً یہ لفظ موجود ہے محمد رسول اللہ (سورہ انا فتحنا اخیر) اور ارسلناک للناس رسولاً یعنی ہم نے آپ کو آدمیوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور سورہ محمد میں ہے والذین آمنوا وعملوا الصلحت وآمنوا بما نزل علی محمد وھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم واصلح بالھم ۝

ترجمہ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور اوسپر ایمان لائے۔ جو
محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا گیا یعنے قرآن پر۔ تو اون کے گناہوں کا کفارہ
کر دیا جاوے گا اور اون کی حالت درست کر دی جاوے گی یعنی اونکو نجات ہوگی

۱۸۶

ایسی آیتیں قرآن میں بہت ہیں پھر یہ خیال کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ اصل ایمان نہیں ہے رہا یہ کہ پورا کلمہ طیبہ ایک جگہ قرآن میں نہیں ہے۔ سو اول تو اس کا یکجا ہونا ضروری نہیں۔ کیونکہ ایمان تمام قرآن پر ضرور ہے تو تمام قرآن میں ہر دو جزو کا مذکور ہوجانا گو متفرقاً ہی ہو کافی ہے موٹی بات ہے کہ قرآن میں عقائد بھی ہیں اور احکام بھی۔ پس اگر یہ کہا جاوے کہ عقائد وہی لازم ہوسکتے ہیں جن کا ذکر یکجا ہو تو یہ کیوں نہ کہا جائے گا کہ احکام بھی وہی قابل تسلیم ہوں گے جو یکجا ہوں اور یہ جیسی لغو بات ہے ظاہر ہے کیا اس کا التزام وہ لوگ بھی کر سکتے ہیں جو اس قسم کے مغالطے مسلمانوں کو دیتے ہیں کیا وید میں سب عقائد ایک جگہ مذکور ہیں اور کیا سب احکام یکجا مذکور ہیں۔ یا کوئی مذہبی کتاب ایسی ہے یا ہوسکتی ہے یا کوئی کتاب ملکی قانون کی یا کسی فن کی ایسی ہے یا ہوسکتی ہے اگر بالفرض کسی کتاب کو اس طرح ترتیب دے بھی لیجاوے تو کہنے والے کو یہ کہنے کی اب بھی گنجائش ہے کہ یکجا ہونے کے معنے یہ ہیں کہ ایک جز میں جمع ہوں یا ایک ورق یا ایک

صفحہ میں بلکہ ایک سطر میں ہوں - یہ کیسی فضول بات ہے - یکجا ہونے کے معنے یہی ہو سکتے ہیں
اوس تمام کتاب کے اندر موجود ہوں - یہ بات کلمہ طیبہ کے دونوں جزؤں میں بھی موجود ہے
تمام قرآن کے اندر دونوں جزو موجود ہیں -

غرض دونوں جزوں کا یکجا ہونا ضروری نہیں کسی قاعدہ عقلی یا نقلی سے اسکو کوئی
ثابت نہیں کر سکتا کہ جو جو باتیں واجب التسلیم ہوں سب کا یکجا ہونا ضروری ہے اور تبرعاً ہم
کلمہ طیبہ کے دونوں جزوں کا قرآن میں یکجا ہونا بھی ثابت کرتے ہیں چنانچہ آیت شروع
سورہ لایحب اللہ میں یعنے آیت ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ الخ میں صاف مذکور
ہے کہ اللہ و رسول کے ساتھ کفر کرنا یا دونوں میں سے ایک کو ماننا اور ایک کو نہ ماننا
برابر ہے اور ایسا کرنے والے سب پکے کافر ہیں اور مومن وہ ہیں جو دونوں کو مانتے
ہیں ثابت ہوا کہ توحید کے ساتھ رسالت کو ماننا بھی جزو ایمان ہے اور یہی حاصل کلمہ طیبہ کا
ہے تو دونوں جزو یکجا اس آیت میں مذکور ہوئے -

اور سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پہلی آیت میں بالتصریح مذکور ہے کہ جو لوگ مسلمان
ہوئے اور نیکو کار ہوئے اور اوسپر ایمان لائے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتاری گئی
اوسیکا تو ترجمہ ہے رسالت کو ماننا اور وہ حق بات ہے اون کے پروردگار کی طرف سے
اون سے گناہوں کا کفارہ کردیں گے اور اون کی حالت درست کردیں گے (یعنی انکو
نجات حاصل ہوگی) اس آیت میں کس تصریح سے پہلے جزو کے ساتھ دوسرا جزو کلمہ طیبہ کا مذکور ہے
کیونکہ اول فرمایا والذین آمنوا - ظاہر ہے کہ اس سے ایمان باللہ تو ضروری ہے یعنی توحید کا قائل
ہونا اور اوسی کے ساتھ ایک ہی آیت کے اندر تصریح کے ساتھ فرمادیا کہ وہ اوس کتاب پر بھی
ایمان لائے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی بلفظ دیگر حضور کو رسول مانا یعنے
توحید خداوندی کے ساتھ رسالت محمدی کے بھی قائل ہوئے - یہاں ہم نے اس آیت میں
صرف یہہ دکھلایا ہے کہ دونوں جزو کلمہ طیبہ کے یکجا موجود ہیں - اور جس بلاغت کے ساتھ
اس آیت میں دونوں جزوں کو ملایا گیا اور جو جو نکات اس آیت میں ایک ایک لفظ میں
ہیں اون کا بیان بہت طول چاہتا ہے اور طول کا یہاں موقع نہیں - نیز یہ بھی امید

۱۸۷

(۶) کہی ہے کہ ناظرین اونکو سمجھیں گے کیونکہ اون کے سمجھنے کے لیے صرف ونحو وعلم معانی سے کچھ مناسبت ہونے کی ضرورت ہے جو عام ناظرین میں مفقود ہے اور مخالفین کی نسبت تو کیا کہا جائے سوائے اس کے کہ دریغ آیدم تربیت ستوراں۔ وآئینہ نہادن در محلت کوراں۔ تاہم بطور مشتے نمونہ از خروار۔ عرض ہے کہ آیت مذکورہ میں جب یہ لفظ آچکا والذین آمنوا وعملوا الصلحت یعنے جو لوگ مسلمان ہو گئے اور نیکوکار ہیں تو آگے ضرورت وآمنوا بما انزل علی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نہتی کیونکہ قرآن کی عام اصطلاح یہہ ہے کہ مومن جب ہی کہتے ہیں کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار بہی ہو ورنہ یہود و نصاریٰ کو کافر کہا جاتا تو الذین آمنوا میں اقرار توحید و رسالت دونوں آچکے بلکہ اسپر بہی بس نہیں کیا اور عملوا الصالحات کا اضافہ فرمایا جس سے یہ مضمون پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ صرف اعتقاداً ہی توحید و رسالت کے قائل نہیں ہوئے بلکہ عملاً بہی تمام شریعت اسلامی کے سامنے سر جہکا دیا ہے اور اوس کو اپنا شعار بنالیا ہے اور یہ جب ہی ممکن ہو جبکہ حضور کو دل و جان سے سچا رسول مان لیا جاوے اس کے بعد کسیطرح واہمہ بہی اسبات کا باقی نہیں رہتا کہ وہ حضور کی رسالت کے قائل نہوں۔ لیکن باوجود اس کے پہر جملہ وآمنوا بما انزل علی محمد کا اضافہ فرمایا اس سے تصریح ضرورت تصدیق رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور سہ بارہ تاکید ہوئی کیونکہ ایک بار رسالت کا مضمون لفظ آمنوا میں آچکا اور دوبارہ وعملوا الصلحت میں جیساکہ ہم نے بیان کیا اور سہ بارہ اس جملہ میں بالکل تصریح کے ساتہ آیا۔ ایک آیت میں توحید کے ساتہ تین بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت کی گئی۔ نہ معلوم پہر کس طرح یہ کہنے کی گنجایش ہے کہ کلمہ کے دونوں جزو قرآن میں یکجا نہیں ہیں۔

تیسری آیت لیجے۔ سورۂ والصافات میں کفار کا حال بہت شرح وبسط کے ساتہہ بیان فرمایا گیا ہے کہ قیامت کے دن وہ نہایت پشیمان ہوں گے اور ایک دوسرے پر الزام رکہیں گے کہ تم نے ہمکو گمراہ کیا وہ فریق کہیگا تم خود گمراہ ہوئے ہماری زبردستی نہتی آخر یہ کہ سب کے سب دوزخ میں ڈالدیئے جاویں گے۔ اس کا سبب بیان فرماتے ہیں۔ انہم کانوا اذا قیل لہم لا الٰہ الا اللہ یستکبرون ویقولون ائنا لتارکوا الہتنا لشاعر مجنون بل جاء بالحق وصدق المرسلین

(باقی آئندہ)

جھنڈا سیاہ رنگ کا تھا خیبر کے دن ان کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سو دینار عنایت
فرمائے تھے حضرت ابوبکر (رضی اللہ عنہ) ان لوگوں میں تھے جو اُحد اور حُنین کے دن جبکہ
لوگوں کے قدم پیچھے ہٹ گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ثابت قدم رہے اہل سیر
کا اسبات پر اتفاق ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی غزوہ میں رسول خدا صلی اللہ
علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا زہد و تواضع

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ زہد و تواضع میں بے مثل تھے چنانچہ زید بن ارقم سے روایت
ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پانی مانگا تو شہد کا شربت آپ کے سامنے
لایا گیا جب آپ اسکو اپنے منہ کے قریب لے گئے تو ہٹا لیا اور رونے لگے حتی کہ آپکے
اصحاب بھی رونے لگے پھر وہ سب خاموش ہوگئے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش

۱۰۷

نہ ہوئے اِس کے بعد آپ اور زیادہ رونے لگے یہاں تک کہ لوگوں نے خیال کیا ہم
اس رونے کا سبب بھی آپسے دریافت نہ کرسکیں گے تھوڑی دیر بعد جب آپ بھی چپ
ہوگئے لوگوں نے کہا کہ اے خلیفۂ رسول خدا! آپ کیوں روئے؟ آپ نے فرمایا کہ ایکدن
میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کوئی چیز کو ہٹا رہے
ہیں حالانکہ وہاں کوئی چیز نہ تھی میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کیا چیز ہے جسکو
آپ ہٹا رہے ہیں حالانکہ میں یہاں کوئی چیز نہیں دیکھتا آپنے فرمایا کہ دنیا ہے میرے
پاس آئی ہے میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس سے ہٹ جا تو وہ ہٹ گئی اور کہنے لگی
کہ اچھا اگر آپ مجھ سے بچ گئے تو بچ گئے مگر آپ کے بعد کے لوگ مجھ سے ہرگز نہ بچیں گے
میں نے اس وقت اسی حدیث کو یاد کیا اور مجھے خوف ہوا کہ کہیں دنیا مجھ کو نہ مل جائے۔

نیز ابوعاصم نے اصمعی سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی عادت
تھی کہ جب آپ کی تعریف کیجاتی تو آپ کہتے "اے اللہ آپ مجھ سے بھی زیادہ میرے

نفس کے حال سے واقف ہیں اور میں ان سب لوگوں سے زیادہ اپنے نفس کے حال سے واقف ہوں یا اللہ مجھے اس سے بھی بہتر کر دے جیسا کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں اور جن باتوں کو یہ لوگ نہیں جانتے ان کو معاف فرما دیجئے اور جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس کا مواخذہ مجھ سے نہ کیجئے۔ ابو السفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مرض وفات میں آپ کی عیادت کو گئے اور عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول خدا اگر رائے عالی ہو تو کسی طبیب کو بلا کر آپ کو دکھلائیں آپ نے فرمایا طبیب نے مجھے دیکھ لیا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ طبیب نے کیا کہا؟ آپ نے فرمایا یہ کہتا ہے اِنِّی فَعَّالٌ لِمَا اُرِیْدُ۔ یعنی جو میں چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کاش میں درخت ہی ہوتا کہ کاٹ ڈالا جاتا اور جانور مجھے کھا جاتے یا گھاس پات ہی ہوتا کہ چوپائے چر جاتے۔ نیز آپ نے ایک چڑیا کو دیکھا اور فرمایا تو بڑی خوش قسمت ہے کہ ہرا ہرا چگتی پھرتی ہے درختوں کے سایہ میں بیٹھتی ہے اور بغیر حساب کے جہاں چاہتی ہے اڑتی پھرتی ہے کاش ابوبکر بھی تیرے جیسا ہوتا۔

صاحبو! آپ ایسا اسلئے فرماتے تھے کہ آپ کے سر پر خلافت کی ذمہ داری کا بار تھا اور آپ ہر وقت اپنے آپ کو خدائے تعالیٰ کے حضور میں جوابدہ سمجھتے تھے حیوانات اور نباتات وغیرہ کی قیامت کے روز کچھ باز پرس نہ ہوگی اس لیے آپ نے ان کی زندگی کو قابل رشک بتایا اور آپ کا ایسا کہنا کمال درجہ کا زہد اور خدا ترسی کی دلیل ہے نزدیکاں را بیش بود حیرانی (مقربوں کو سب سے زیادہ حیرانی ہوتی ہے) آپ جب نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہوتے تو خوف الٰہی کے مارے لکڑی کی طرح ہو جاتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باوجود سب سے افضل اور سب سے زیادہ دانشمند تھے مگر انکسار اور فروتنی کا یہ عالم تھا کہ آپ فرمایا کرتے کہ بھائیو! میں تمہارے جیسا ہی دل و دماغ رکھتا ہوں جب تم دیکھو کہ میں سیدھی راہ پر چل رہا ہوں تو میری مدد کرو اور اگر کجروی اختیار کروں تو سیدھا رستہ بتاؤ جب مجھے غصہ میں دیکھو تو میرے پاس سے ہٹ جاؤ تاکہ میں خدانخواستہ

ظلم نہ کر بیٹھوں۔

شعبہ نے خبیب بن عبدالرحمن سے روایت کر کے بیان کیا کہ اونہوں نے اپنی پھوپھی انیسہ رضی اللہ عنہا سے سنا وہ فرماتی تھیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دو سال قبل از خلافت اور ایک سال بعد از خلافت ہم لوگوں کے پاس رہے۔ قبیلہ کی لڑکیاں اپنی بکریاں آپکے پاس لیجاتی تھیں آپ انکا دودھ دوہ دیتے تھے ابن عساکر نے انیسہ رضی اللہ عنہا سے اس طور پر روایت کی ہے وہ کہتی تھیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہمارے پاس خلافت سے پہلے تین سال اور خلافت کے بعد ایک سال ٹھیرے جس وقت محلہ کی لڑکیاں آپ کے پاس بکریاں لائیں تو آپ انکا دودھ دوہ دیتے تھے ابن عساکر نے ابو صالح غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک نابینا بیاہیج بڑھیا کی خبر گیری کرتے تھے جو مدینہ کے کنارہ کسی مقام میں رہتی تھی اس کا پانی بھرتے روٹی پکاتے اور اس کے دوسرے کام بھی کر دیتے تھے ایک روز جو اس کے پاس تشریف لے گئے تو بلا توقع اس کا تمام کام ہوا پایا اور اب ہمیشہ ہی کوئی آپ سے پہلے کر جانے لگا۔ آپ کو بہت حیرت ہوئی آپ نے اس کی جستجو کی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نکلے حالانکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس زمانہ میں خلیفہ تھے آپ کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا واللہ آپ کے سوا اور کون ہوسکتا تھا۔

عبدالرحمن بن عمر نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بیان کیا وہ کہتے تھے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اسی دن بیعت ہوئی جس دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی یعنی ۱۲۔ ربیع الاول سلہ ہجری دوشنبہ کے دن اس وقت آپ کا مکان سُنح میں تھا آپ کی بی بی حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے پاس جو قبیلہ بنی حارث ابن خزرج سے تھیں وہاں انہوں نے بالوں کا ایک حجرہ بنا لیا تھا پھر چند یوم کے بعد آپ مدینہ میں اٹھ آئے خلافت کے بعد مقام سنح میں سات مہینہ رہے اس زمانہ میں آپ برابر پیادہ پا اور کبھی سوار ہو کر مدینہ میں آتے اور لوگوں کو نماز پڑھاتے اور عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر لوٹ جاتے تھے قبیلہ کی بکریاں دوھ

دیا کرتے تھے خلافت کے بعد قبیلہ کی ایک لڑکی نے کہا کہ اب ہمارے لئے دودھ نہ
نہ دوہیں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جب اسکو سنا تو کہا قسم اپنے پروردگار
کی میں اب بھی تمہیں دودھ دوہ دیا کرونگا میں امید کرتا ہوں کہ خلافت کی وجہ سے
میری کسی قدیم عادت میں تغیر نہ آئے گا چنانچہ آپ برابر ان لوگوں کو دودھ دیا کرتے
تھے کبھی کبھی کسی لڑکی سے کہتے تھے کہ کیا تو چاہتی ہے کہ میں تیرے لیے گائے کی
آواز بولوں یا جبچوں جس بات کو وہ پسند کرتی آپ ویسا ہی کرتے۔ میمون رضی اللہ عنہ
فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا السلام علیک
یا خلیفۂ رسول اللہ آپنے فرمایا ان تمام مسلمانوں پر۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جبکہ آپ سے تمام لوگوں نے بیعت کرلی اللہ تعالیٰ شانہ کی حمد وثنا کے بعد بطور خطبہ کے یہ فرمایا ''

اے لوگو! میں تمہارا والی بنایا گیا ہوں اور میں تم سے بہتر نہیں ہوں سو اگر
میں کوئی بہتر بات تمہیں کہوں تو اسمیں تم میری مدد کرو اور اگر کوئی بُری بات
کہوں تو اس میں تم لوگ مجھے سنبھالو سچ بولنا امانت ہے) اور جھوٹ
بولنا خیانت ہے۔ جو کوئی تم میں سے ضعیف ہے وہ مجھپر قوی ہے
میں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا حق پہنچا دونگا اور جو کوئی تم میں سے قوی ہے
وہ میرے نزدیک ضعیف ہے میں انشاء اللہ تعالیٰ اس سے حق مسلمانونکا
پورا پورا لونگا جس قوم میں جہاد موقوف ہوگا اللہ تعالیٰ اسکو ذلت
میں ڈال دیگا اور جس قوم میں فحش پیدا ہوگا اس قوم پر اللہ تعالیٰ بلائے عام
ڈالدیگا سو تم میری اطاعت اسوقت تک کرو جبتک کہ میں اللہ تعالےٰ اور
اس کے رسول پاک کی اطاعت کرتا رہوں اور جب میں اللہ اور اس کے
رسول پاک کی نافرمانی کروں تو ہرگز میری اطاعت نہ کرو۔ پس
کھڑے ہو تم۔ نماز کے لیے اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائیں

(باقی آئندہ)

نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم

آقائے نامدار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستند سوانح عمری۔ ابتداً یعنی صورت نوریہ سے دخول جنت تک کے نہایت صحیح روایات سے بہت عمدہ طرز پر عام فہم اردو زبان میں تحریر فرمائی ہے۔ جابجا اشعار شوقیہ سے زینت دی ہے یہ وہی مبارک کتاب ہے جس کے زمانہ تالیف میں ضلع مظفرنگر میں وبا پھیل رہی تھی مگر اسکی برکت سے تھانہ بھون محفوظ رہا اور تجربہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ زمانہ وبا میں اس کا مطالعہ دافع بلیات ہے۔ جس مکان میں یہ روزانہ پڑھی جاتے انشاء اللہ وہ مکان وبا سے محفوظ رہتا ہے مزید براں ساتویں بار اور اضافہ جزو کے ساتھ طبع ہوئی ہے

قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے (عہ)

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

مسائل السلوک مع رفع الشکوک

مؤلفہ حکیم الامۃ حضرت مولانا مدظلہ

یہ کتاب علم تصوف کے جواہرات کا بے بہا خزینہ اور ذریعہ معرفت میں شناوری کرنیکا عمدہ سفینہ ہے متبع شریعت کیلئے نایاب تحفہ اور سالک طریقت کیلئے بیمثل رہنما ہے ہمت افزائے اہل سلوک و دافع شبہات و شکوک ہے اسرار و معارف کی کان ہے شریعت کی روح اور طریقت کی جان ہے مخالفین کیلئے اتمام حجت ہے اور محبین کیلئے موجب ازدیاد محبت ہے اس کی ہر سطر مدلول آیت قرآنی اور ہر لفظ مصدر کیف روحانی ہے پس کہاں ہیں علم تصوف پر نکتہ چینی کرنے والے اور کدھر ہیں طریقت سے شریعت کو جدا بتانے والے وہ آئیں اور مسائل السلوک کا مطالعہ کر کے اپنی غلطی پر متنبہ ہوں انشاء اللہ تعالےٰ ہر ایک مسئلہ پر آیت قرآنی سے استدلال دیکھ کر انکو واضح ہو جائے گا کہ

شریعت عین طریقت اور طریقت عین شریعت ہے

ان دونوں میں تفریق کرنا اور ایک کو دوسرے کے غیر بتانا سراسر بے دینی و جہالت ہے۔ قیمت (تین روپے چار آنہ) (عہ)

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام

اگر آپ غازیان اسلام و مجاہدین ملت کی اولوالعزمی و جانثاری کے جرأت آموز حالات معلوم کرنا چاہتے ہیں۔

اگر آپ کو مشہور و نامور سپہ سالاران اسلام حضرت ابو عبیدہ رضہ بن جراح و حضرت خالد بن ولید کی مدبرانہ شجاعت دلیرانہ سیاست کے حیرت انگیز کارنامے دیکھنا مقصود ہیں۔

اگر آپ اسلام کے عروج و نزول کے صحیح اسباب معلوم کر کے ان تمام ملمع کاریوں کی حقیقت سے واقف ہونا چاہتے ہیں جن سے مسلمان دھوکہ کھا کر منزل مقصود سے کوسوں دور ہوتے جاتے ہیں تو۔

فیوض الاسلام ترجمہ جدید فتوح الشام ملاحظہ فرمائیں ضخامت ۱۲۰۸ صفحات

قیمت تین روپے چار آنے محصول ڈاک گیارہ آنے

ملنے کا پتہ

محمد عثمان تاجر کتب دریبہ کلاں دہلی

کتاب ترغیب و ترہیب

انسان بلکہ تمام حیوانات ایسی طبیعت پر پیدا کیے گئے ہیں کہ تاوقتیکہ کسی امر کی طمع یا کسی امر کا خوف نہو ہر کام کرنا دشوار ہوتا ہی بلکہ نہیں ہوسکتا اگر ہوتا بھی ہی تو حکم حاکم سے وہ بھی نہایت جبر اور دشواری سے ہوتا ہے چونکہ فی زمانہ حاکم اسلام تو موجود نہیں کہ احکام شریعت پر مسلمانوں کو قائم رکھنا دشوار ہو رہا ہی اب تو مسلمانوں کو ہر امر و نہی کا کوئی فائدہ یا اسکے ترک سے مضرت معلوم ہو اسپر عمل مشکل ہے لہذا اس زمانہ میں ایسی کتاب کی اشاعت ضروری ہے جسمیں احکام شریعت کی منفعت اور اسکے ترک سے مضرت دکھا کر راہ مستقیم پر قائم کیا جائے سو اس بارہ میں احقر کے خیال میں کتاب ترغیب و ترہیب آئی اور اسکا ترجمہ شروع کرا دیا جو تھوڑا تھوڑا رسالہ الہادی میں ہر مہینہ شائع کرتا رہا چونکہ رسالہ الہادی میں مضامین دینیہ کے سوا کوئی آجکل کے مذاق کی چیز نہیں لہذا رسالہ مذکور کی اشاعت تھوڑی ہے اور رسالے کے فرمے بچ جاتے ہیں احقر ان کو جمع کر کے کتاب کی صورت میں تیار کر لیتا ہی اسی طرح کئی کتابیں اسمیں سے علیحدہ تیار ہو کر ہدیہ ناظرین ہو چکی ہیں مثلاً تسہیل المواعظ، المصالح العقلیہ، اکسیر المرادیات، التشرف حصہ اول وغیرہ لہذا کتاب ترغیب کی بھی مفصل ذیل طور میں تیار ہو چکی ہیں جن میں سے کچھ حصے شائع ہو رہے ہیں، اسکے اسوقت تک تین حصص تیار ہیں۔

حصہ اول اسمیں ترغیب اتباع کتاب و سنت اور کار خیر میں پیشقدمی کرنیکی اور ترک سنت اور بدعات کی برائی کار بد میں پیشقدمی سے اجتناب کتاب العلم اسمیں علماء و طلباء کے فضائل اور اشاعت علم کی ترغیب ہے اور جھوٹی حدیث کے بیان کرنے، اور علم کی ناقدری اور دنیا کیواسطے علم پڑھنے پڑھانے سے اجتناب کتاب الطہارت اسمیں آداب قضاء حاجت اور استنجا اور غسل وضو کے فضائل نہایت بسط سے بیان کئے ہیں ضخامت ۱۰۸ صفحات قیمت دس آنے (۱۰/)

حصہ دوم، کتاب الصلوٰۃ اسمیں اذان کے اور اسکے جواب اور تکبیر کے فضائل و بعد اذان کے مسجد سے نکلنے کی ممانعت اور ضرورت کے موقعہ پر تعمیر مساجد اور انکا احترام اور عورتوں کو گھر میں نماز ادا کرنیکی ترغیب اور نماز پنجگانہ کے اہتمام، فضائل رکوع و سجود کے اور اول وقت ادا کرنیکی فضیلت آداب جماعت اذکار بعد نماز آداب امامت و صف بندی وغیرہ وغیرہ کتاب النوافل اسمیں سنت موکدہ اور وتر اور تہجد اور چاشت صلوٰۃ توبہ و استخارہ صلوٰۃ التسبیح وغیرہ کا بیان ہے، ضخامت ۲۰۴ صفحات قیمت عہ

حصہ دوم کا جزو ثانی یعنی کتاب الجمعہ اسمیں نماز جمعہ کی فضیلت اور اس میں ساعت اجابت کے فضائل اور غسل کرنا اور اول وقت کی فضیلت اور بلا عذر دیر کرنے اور گردنیں پھلانگنے اور خطبہ میں بات کرنیکی ممانعت اور ترک جمعہ پر وعید اور سورہ کہف اور اس رات کے اذکار ضخامت ۳۰ صفحے

کتاب الصدقات اسمیں زکوٰۃ ادا کرنیکی ترغیب اور فرضیت کی تاکید اور زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر ترہیب اور زیور کی زکوٰۃ کا بیان پرہیزگاری کے ساتھ خدمت صدقات بجا لانے کی ترغیب اور اس امر کی ترغیب کہ اگر کسیکو نوبت فاقہ کی پہنچے تو خدا سے مدد طلب کرے، بغیر خوشی کے جو چیز دیجاوے اسکے لینے سے ترہیب صدقہ کی ترغیب اور تنگدست کی ہمت اور نفلی صدقات کا بیان خفیہ صدقہ کرنیکی ترغیب رشتہ داروں پر صدقہ کرنے اور انکو غیروں پر مقدم رکھنے کی ترغیب فالتو چیز کو اقربا کو باوجود مانگنے کے بخل کرنے اور اقربا کے حاجتمند ہوتے ہوئے غیر کو دینے کی ترہیب قرض دینے کی ترغیب اور اسکی فضیلت کا بیان قیمت ۱۲/

عرضِ مدیر

حق تعالیٰ جل شانہ نے رسالہ "الہادی" کا پانچواں سال بھی پورا کر دیا۔ آیندہ
مہینے سے چھٹا سال انشاء اللہ تعالیٰ شروع ہوگا۔ لہذا جن حضرات کو آیندہ رسالہ بند کرنا ہو فوراً
اطلاع دیں ورنہ وی۔ پی۔ کی واپسی میں حقیر کا نقصان ہوگا جن حضرات کو فیس رجسٹری
سے بچنا ہو وہ ربیع الثانی کے اندر ہی اندر (۲؍) روانہ فرماویں اور جو حضرات
فی الحال کسی وجہ سے وی۔ پی نہیں چھڑا سکتے۔ مگر مضامین رسالہ کو پسند کرتے ہیں وہ اطلاع
دیں حقیر بلا وی۔ پی۔ ارسال کریگا۔ رسالہ کی قیمت سال کے اندر جب گنجایش ہو روانہ فرمائیں
یہ اس وجہ سے عرض کرنا پڑا کہ آجکل بوجہ برسات مندہ ہے اور مندہ میں آمدنی کم ہو جاتی
ہے اور ایسے زمانہ میں عموماً خرچ کرتے ہوئے انسان کی طبیعت رکتی ہے۔
بالخصوص دینی مشغلہ میں۔

لہذا بلا وی۔ پی۔ رسالہ طلب فرماویں انشاء اللہ تعالیٰ دریغ نہ کرونگا
البتہ اگر مضامین ہی ناپسند ہوں تو اوس کا کوئی علاج نہیں فقط

"حقیر مدیر"